ماہنامہ

فیصل آباد
پاکستان

ملیۃ

محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق جنوری ۲۰۱۰ء

www.milliafsd.com

○ کلمۃ الحبیب

○ مکاتیب

○ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے ملفوظات

مدیر اعلیٰ و سرپرست

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلوا علیہ وآلہ

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار

اُڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

اقتباس قصیدۂ بہاریہ حجۃ الاسلام نانوتوی

ماخوذ فضائلِ درود شریف از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ
مدفون جنت البقیع المتوفی ۱ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء بروز پیر بوقت عصر
کتبہ الفقیر نفیس الحسینی عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ ملیہ

ہر اسلامی مہینے کے شروع میں شائع ہوتا ہے۔

محرم الحرام ۱۴۳۱ھ — جلد نمبر 6

بمطابق

جنوری 2010ء — شمارہ نمبر 1

فہرست مضامین

بنیاد

[illegible]

[illegible]

بفیض

حضرت سید نفیس الحسینی

رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

ایڈیٹر مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی

مدیر — نائب مدیر

[illegible] لدھیانوی — [illegible] لدھیانوی

فی شمارہ 20 روپے — پاکستان میں سالانہ 200 روپے

سالانہ بدل اشتراک بیرون ملک 40 امریکی ڈالر

رابطہ کے لیے

ملیہ — جامعہ ملیہ اسلامیہ

[illegible] P.O [illegible] فیصل آباد

041-8711569

0321-6611910

ناشر — حبیب الرحمن لدھیانوی — مطبع [illegible] پرنٹنگ پریس فیصل آباد

Decl No. 3483-85

کلمۃ الحبیب

علماء کرام پر اعتماد یا نیا جال

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی



الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

دہشت گردی اور خودکش حملوں کی حرمت کا کون قائل نہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ مذہبی اسلامی مسئلہ ہے؟ بالکل نہیں بلکہ یہ ایک خالص سیاسی اور انتظامی مسئلہ ہے، جس کو بین الاقوامی مصنوعی سازشوں کی ترجیحات نے پیدا کیا ہے۔ مگر ہماری حکومت اس کو خالص مذہبی بنا کر پیش کر رہی ہے، جبکہ وہ لوگ جو کہ خودکش حملے کر رہے ہیں وہ اس حلال و حرام کی بحث سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔

ہمارے اس کام کے لکھے جانے تک گورنمنٹ کی طرف سے علماء سے "خودکش حملوں کی حرمت" کا فتویٰ لیا جا چکا ہوگا۔ اگرچہ یہ کام بعد از وقت ہے مگر پھر بھی "مشتری ہوشیار باش" کا مصداق ہو سکتا ہے۔

ایک نیا جال بچھایا جا رہا ہے، علماء کرام کو استعمال کرنے کا۔ ہم سے کوئی پروگرام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ علماء استعمال میں آتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اس سے پہلے جو علماء کے ساتھ ہوا ہے اس میں سوائے علماء کی حیثیت کو گھٹانے کے کچھ نہیں ہوا۔ حکمرانوں نے ایسے سیاسی مسائل میں ہمیشہ علماء کو مذہب کے نام پر استعمال کیا ہے اور پھر مطلب نکل جانے کے بعد ان کو لوگوں کے طعنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔

ہمارے وزیر داخلہ صاحب نے علماء پر زور دیا ہے کہ وہ خودکش حملوں کو حرام قرار دینے والا فتویٰ دیں۔ اس کام کے لئے وہ علماء کے دروازوں پر بھی گئے ہیں۔ اس سے پہلے ایک پی ایچ ڈی ڈاکٹر صاحب جو کہ مولوی اور مفتی نہیں ہیں، انہیں اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر، علامہ اور شیخ الاسلام لگوانے کا شوق ہے، نے خودکش حملہ کرنے والوں پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور ایک سرکاری مدیر و مفتی نے بھی اسی قسم کا فتویٰ دو سال قبل برطانیہ میں بیٹھ کر پاکستان میں اپنے ماننے والوں کو ٹیلیفونک خطاب

کرنے والے نے ان کے مطلب کے مطابق فتویٰ دینے والے علماء کے بیانات کا حکم دیا ہے۔ مگر ان باتوں کو قوم اور اہل علم نے سنجیدگی سے نہیں لیا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حکمرانوں کی مرضی سے فتویٰ دینے والے لوگوں کو قوم سنجیدگی سے نہیں لیتی۔ میڈیا پر شور مچانے سے حقائق نہیں بدلتے۔

سوال یہ ہے کہ تقسیم ہند سے لے کر آج تک وہ کونسا مسئلہ ہے جس پر حکمرانوں نے علماء کے کہنے پر سنجیدگی سے عمل کیا ہے۔ علماء کے اپنے مشورے اور فتوے تو علیحدہ بات ہے وہ فتوے جو کہ حکمرانوں کے کہنے پر علماء نے دیئے ان پر کیا اور کتنا عمل ہوا؟ یہ تاریخ کا ایک ایسا سوال ہے جس کو حل کرنا زیادہ آسان ہے۔

تقسیم ہند سے پہلے اسلام کا نام لے کر پاکستان بنانے والوں کو یہ مشکل پیش آئی کہ اس کے متعلق علماء کو کیسے استعمال کیا جائے۔ کیونکہ علماء ہی کے لوگ مستقل استعمال ہونے کے لئے تیار رہتے تھے۔ یہ کھیپ انگریز نے تیار کی تھی، چنانچہ ان کو انگریز نے ہی ہر جگہ استعمال کیا اور استعمال ہونے والوں نے اپنے لئے خطابات اور جاگیریں حاصل کیں۔ مگر ایک ایسے علماء کا طبقہ تھا جو استعمال ہونے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ مخلص تھا، اس نے قوم کے لئے قربانیاں دی تھیں۔ مگر چالاک اور عیار کھلاڑیوں نے ان مخلص علماء کو استعمال کرنے کے لئے جال تیار کیا جس میں وہ اخلاص کی بنیاد پر آگئے۔

جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاتقربا ھذہ الشجرۃ کہ اس درخت کے قریب نہ جانا تو شیطان نے انہیں بہکانے کی بڑی کوشش کی مگر انہوں نے شیطان کی بات نہیں مانی تو آخرکار شیطان نے قسم اٹھائی قرآن کہتا ہے وقاسمھما انی لکما لمن الناصحین۔ تو آدم علیہ السلام اور حوا نے شیطان کی قسم پر اعتبار کرلیا۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہم السلام سے پوچھا کہ جب میں نے تمہیں روکا تھا تو پھر تم نے وہ کام کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اے اللہ ہم تو مر گئے تیرے نام پر ہمیں کیا معلوم تھا کہ کوئی تیرا نام لے کر بھی جھوٹ بولتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ تقسیم ہند کے وقت ان مخلص علماء کے ساتھ ہوا۔

تقسیم ہند کے وقت حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور ان کے ساتھیوں کو یہی بتایا گیا تھا کہ اس ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ ہوگا۔ صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں کے عوام مسلم لیگ کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ وہاں پر خدائی خدمت گار (خان عبدالغفار خان کے پارٹی) کی اکثریت تھی۔ وہ لوگ کانگریس کے ہمنوا تھے۔ ان علاقوں کا پاکستان سے الحاق کرانا تھا۔ مسلم لیگ نے جب

دیکھا کہ یہاں کا میدان صرف علماء کے ذریعے ہی ہموار ہو سکتا ہے تو اس کام کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کو بلایا گیا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے علماء کے ساتھ اس علاقے کا دورہ کیا۔ یہاں کے علماء حضرت مولانا عثمانی کے شاگرد بھی تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت مولانا عثمانی کی زبان پر اعتماد کیا اور پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔

مطلب نکلنے کے بعد ہمارے سیاستدانوں نے انہی مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ کیا کیا؟ ہمارے حکمرانوں نے ان کو قانون ساز پارلیمنٹ کے ممبران کی فہرست میں تعلیم کے خانے میں "ان پڑھ" لکھا، پارلیمنٹ کے اجلاس میں پیچھے بٹھا دیا گیا۔

میرے والد اسی طرح ہمارے حضرت سید نفیس الحسینی فرماتے تھے کہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کو ایک کوٹھی رہائش کے لئے دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری ایک دفعہ ملاقات کے لئے ان کی کوٹھی پر تشریف لے گئے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے متعلق بات ہوئی تو اس پر حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کوئی واضح جواب نہ دے سکے۔ اس پر حضرت رائے پوری نے حضرت عثمانی سے کہا کہ "حضرت! کیا آپ نے اس کوٹھی کے لئے پاکستان کی حمایت کی تھی" اس پر حضرت عثمانی کی آنکھوں سے آنسو نکلے، کوئی جواب نہ دے سکے۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ آخر میں کیا ہوا، ان کا انتقال آج تک معمہ ہے۔ اس کے متعلق یہ روایت ہے جب حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی بہاولپور تشریف لائے اور مسلم لیگ کے مخدوم حسن محمود کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ ایک دن صبح کو نہ اٹھ سکے۔ معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری موقع پر پہنچے، حضرت مولانا عثمانی کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو دیکھ کر فرمایا کہ زہر دیا گیا ہے۔

حکیم نذیر احمد صاحب ابھی زندہ ہیں جو کہ حضرت مولانا محمد انوری کے بیٹے تھے۔ مولانا محمد انوری نے ان کو بچپن سے مولانا بنایا ہوا تھا۔ وہ مولانا انوری کو ابا جی کہتے تھے۔ اب بھی جب ان کی کوئی بات سناتے ہیں تو ابا جی کہہ کر سناتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تقسیم ہند کے بعد تحریک پاکستان میں کام کرنے والے علماء کو گورنمنٹ نے کچھ کمیٹیوں کا ممبر بنا دیا تھا۔ انہی دنوں میں ان علماء کا ایک وفد لاہور آیا ہوا تھا۔ ان میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بھی تھے۔ میں ابا جی کے ساتھ ان کو ملنے کے لئے ان کی رہائش گاہ پر جانے کا اتفاق ہوا۔ ابا جی نے حضرت مفتی صاحب سے سوال کیا کہ اب آپ لوگ تو ممبر بن

گئے ہیں جب اسلامی نظام و قانون کا نفاذ کب عمل میں آئے گا؟ اس پر حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا کہ "حضرت مولانا! ہماری مجبوری کیا ہے ہم تو کرسی کے مجبور ہیں، جس طرح ہم مولوی لوگ کرسی کے منبروں پر بیٹھ کر فتوے دیتے ہیں اسی طرح یہ حکمران منبروں پر بیٹھ کر حکم دیتے ہیں"۔

سن 1953ء میں علماء نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے جو کہ بالکل صحیح مطالبہ تھا۔ یہ پاکستان کے تمام مسالک کے علماء کا متفقہ مطالبہ تھا مگر ہمارے حکمرانوں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔

جب ایوب خان کا دور آیا تو اس نے کہا کہ علماء متفقہ طور پر مجھے اسلامی آئین دیں تو میں نافذ کروں گا۔ تمام مسالک کے علماء کی طرف سے 22 نکات متفقہ طور پر دیئے گئے مگر ان کا کیا بنا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر دور میں حکمرانوں نے علماء سے تعاون چاہا اور علماء نے بھرپور تعاون کیا مگر علماء کو ٹشو پیپر کے طور پر استعمال کر کے ایک طرف پس پشت ڈال دیا گیا بلکہ ان کو بعد میں بدنام کیا گیا۔ لال مسجد کے مسئلے میں دیکھیں کہ علماء کو کس طرح حجت پوری کرنے کے لئے بلایا گیا علماء دن رات کوششوں میں مصالحت کے لئے گئے مگر جب معاہدہ طے پا گیا تو علماء کو ایک طرف کر کے مصالحتی کارروائی کو ختم کر کے لال مسجد کی بچیوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ بعد میں علماء کے خلاف مہم شروع کر کے سارا ملبہ علماء پر ڈال دیا گیا۔ گویا کہ اس وقت قوم کے سامنے علماء کو حجت پوری کرنے کے لئے بلایا گیا تھا تاکہ قوم سے کہا جائے کہ دیکھو ہم نے تو علماء کے ذریعے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی تھی مگر لال مسجد والوں نے علماء کی بات بھی نہیں مانی۔

اب پھر ایک نیا مرحلہ علماء کے لئے آ گیا ہے۔ اس میں بھی علماء سے فتویٰ لے کر حجت تمام کرنا مقصود ہے۔ یہاں پر مصالحت والی تو بات ہی کوئی نہیں۔ بس مقصد یہ ہے کہ علماء فتویٰ دے کر اپنی مرضی کے ساتھ جس کو مرضی دہشت گرد بنا کر پکڑا جائے۔ اس کو جان سے بھی مار دیا جائے تو اس کے بعد میں علماء کا فتویٰ پیش کر دیا جائے۔

یہ ایک طرح کا یکطرفہ فتویٰ ہوگا اس سے مسائل نہ صرف ختم نہیں ہوں گے بلکہ اور زیادہ بڑھیں گے۔ یکطرفہ فتویٰ سے حل نہیں ہوگا۔ حکومت علماء کو بلا کر ان کے سامنے اپنی بات رکھے گی اور اپنے دلائل دے گی اس پر علماء حکومت کے حق میں فتویٰ جاری کریں گے۔ اس کا تجربہ ابھی کچھ عرصہ پہلے بھی ہو

چکا ہے۔ جب حکومت نے علماء مشائخ کانفرنس اسلام آباد بلائی جس کے نتیجے میں سوائے فرقہ واریت بڑھنے کے اور کچھ نہیں ہوا، جن علماء نے خودکش حملوں کے خلاف فتوے دیے ان کے ساتھ کیا ہوا، حضرت مولانا حسن جان کو حرم میں مار دیا، ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو خودکش بم سے اڑا دیا گیا۔ اسی طرح کتنے ہی علماء پر قاتلانہ حملے ہوئے اور کتنے علماء کو اب تک قتل کی دھمکیاں دی جا چکی ہیں اور گورنمنٹ ان کو سیکورٹی فراہم کر رہی ہے۔

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے پاس ایک متنازعہ مسئلہ میں ایک فریق کی طرف سے سوال آیا، حضرت مفتی محمود صاحبؒ نے اس فریق کے حق میں فتویٰ دے دیا۔ پھر دوسرا فریق بھی یہی مسئلہ لے کر اپنے دلائل کے انبار کے ساتھ آ گیا اور کہا کہ آپ نے ان کے حق میں کیسے فتویٰ دے دیا جب کہ اصل صورت حال یہ ہے۔ تو مفتی صاحبؒ نے اس فریق کے دلائل سن کر اس کے حق میں بھی فتویٰ دے دیا۔ اب دونوں کے حق میں جب فتویٰ آیا تو لوگوں نے مفتی صاحبؒ سے پوچھا کہ آپ نے دونوں فریقوں کے حق میں کیسے فتویٰ دے دیا۔ اس سے تو معاملہ اور الجھ گیا۔ اس پر مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ مفتی کا کام سائل کے سوال کے ساتھ اس کے دلائل کو دیکھنا ہوتا ہے۔ دونوں فریق اپنے اپنے دلائل لے کر علیحدہ علیحدہ مجلس میں آئے تھے، تو دونوں کے دلائل ان کے حق میں تھے اس لئے ان دونوں کے حق میں فتویٰ دے دیا۔ اس کا حل یہ ہے کہ دونوں فریق ایک ہی مجلس میں مفتی کے سامنے اپنے حق میں دلائل دیں، تو پھر مسئلہ کا صحیح فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔

گورنمنٹ اگر واقعی اس کا حل چاہتی ہے تو اپنے ساتھ اپنے مخالف فریق کو بھی علماء کے سامنے اپنا موقف بیان کرنے کا موقع دے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ بحث کی صورت میں جو فتویٰ سامنے آئے گا اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ پوری قوم کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل فریق ہے کون ہے، کون خودکش حملے کر رہا ہے یا کروا رہا ہے۔ اس فریق کا چہرہ کھل کر سامنے آ جائے گا۔ اور پھر اس کے خلاف متحد ہو کر پوری قوم کھڑی ہو جائے گی اور کوئی ابہام نہیں رہے گا۔ ورنہ لوگ یہی سمجھیں گے کہ حکومت ابہام والی اس جنگ کو قائم رکھنے کے لئے سب کچھ کر رہی ہے۔ اور علماء کا فتویٰ ایک بے کار مشق ثابت ہوگا۔

حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوری کا سانحۂ ارتحال

(ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی)

خانوادۂ حضرت رائے پوری کا آخری روحانی چراغ بھی گل ہو گیا، حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوری انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جس دور میں ان کا وجود مسعود موجود تھا اس دور میں برصغیر میں جتنا حلقۂ ارادت ان کا تھا کسی اور کا نہیں تھا، جس کی وجہ سے ان کے ارادت مند پورے برصغیر میں پھیلے ہوئے تھے۔ حضرت رائے پوری ایک گمنام گاؤں موضع ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، مگر قدرت کی شان کہ اسی نے ان کو رائے پور ضلع سہارنپور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی خانقاہ سے وابستہ کر دیا اور پھر اس خانقاہ رائے پور کو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری نے چار چاند لگا دیے۔ انہی حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے بھتیجے حضرت مولانا عبدالجلیل تھے، جو کہ اسی ڈھڈیاں شریف میں پیدا ہوئے اور پھر اپنے چچا کے پاس رائے پور چلے آئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اکثر لوگ ان کو حضرت رائے پوری کا بھائی سمجھتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالجلیل نے سہارنپور مظاہر العلوم میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی سرپرستی میں تعلیم حاصل کی، ۱۳۶۹ھ میں فراغت حاصل کی۔ یہ مجھے اس لئے یاد ہے کہ میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی اور حضرت مولانا عبدالجلیل دونوں ہم سبق ساتھی تھے، ایک ہی سال فارغ ہوئے۔ جس سال یہ حضرات فارغ ہوئے اس سال حضرت شیخ الحدیث نے ایک خصوصی دعوت کا اہتمام کیا تھا، اس کا تذکرہ حضرت شیخ الحدیث نے رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے نام ایک خط میں کیا تھا، جو کہ ہم گذشتہ سال رمضان کے ماہنامہ میں شائع کر چکے ہیں۔

میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی پر چونکہ حضرت رائے پوری خصوصی شفقت فرماتے تھے اس لئے حضرت مولانا عبدالجلیل کا بھی ان کے ساتھ گہرا تعلق ہو گیا۔

دراز قد، چھریرا بدن، جسم چہرے پر متانت، کم گو، دھیمی آواز میں بات کرنا جیسے کہ گرم موقف میں مضبوط، رفتار دھیمی، گرم اور صوفی ان کا خاص ہیں۔

جب ہمارے گھر آتے تھے میں ان کو دیکھتا، معلوم ہوتا کہ یہ ہمارے خاندان ہیں، حضرت

رائے پوری کی خواہش پر میرے والد حضرت مولانا محمد انوری نے اپنی ایک بیٹی ان کے نکاح میں دے دی تھی۔

انتہائی منکسر المزاج تھے، اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرتے تھے۔ جس طرح آج کل گدی نشینوں کی عادت ہوتی ہے۔ سادگی پسند تھے۔ ڈھڈیاں شریف میں ہی حضرت رائے پوری کے مزار کے ساتھ جو سادہ سا کمرہ تھا اسی میں ساری زندگی گذار دی۔ اگر وہ دنیا کمانا چاہتے تو گدی نشینوں کی طرح کسی بڑے شہر میں حضرت رائے پوری کے سجادہ نشین بن کر عالیشان عمارت وسیع کر کے اپنی گدی چلاتے۔ مگر حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت نے انہیں کندن بنا دیا تھا۔ اپنی اولاد کے لیے بھی ایسی کوشش نہیں کی کہ ان کے لیے بڑی جائیداد بنا لیتے۔ بڑے بڑے وزیر ان کے ہاں آتے مگر وہ ان کے ساتھ کمال بے نیازی سے پیش آتے۔

اللہ کی طرف سے ان کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ان کی نماز جنازہ میں جتنی کثیر تعداد میں لوگ آئے اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ مجھے اطلاع دوپہر دو بجے کے بعد ملی۔ میں اس وقت لاہور ایک جگہ میں اپنے ایک عزیز کی شادی پر گیا ہوا تھا۔ فوراً وہاں سے واپسی ہوئی۔ راستے میں فیصل آباد موٹروے کے ذریعہ جانا ہوا۔ موٹروے سے اترتے ہوئے محسوس ہوا کہ ہر گاڑی کا رخ ڈھڈیاں شریف کی طرف ہے۔ جوں جوں آگے بڑھتے رہے اس کی تصدیق ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ٹریفک بلاک ہو گئی۔ لوگوں نے دور سے ہی گاڑیوں سے اتر کر پیدل چلنا شروع کر دیا۔ ہمارے لیے بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ہم بھی کافی دور سے اتر کر پیدل چلے۔ وہاں کا منظر عجیب تھا۔ رات دس بجے کا وقت، ہر سو اندھیرے کا راج، روشنی کا کوئی اہتمام نہیں۔ پھر بھی لوگ جوق در جوق اللہ اللہ کرتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ ایک جنگل بیاباں میں اتنی کثیر مخلوق کا کیا کام۔ مگر اللہ کے اس برگزیدہ بندے کے جنازے میں سب لوگ شریک ہونا چاہتے تھے کہ شاید بخشش کا بہانہ بن جائے۔

تبلیغی جماعت کے حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب کا انتظار تھا کہ وہ تشریف لائیں تو نماز جنازہ پڑھائیں۔ وہ بھی دور سے ہی پیدل تشریف لائے۔ نماز جنازہ میں ایک عجیب ماحول بن رہی تھی۔ حضرت رائے پوری کے قدموں میں جگہ ملی۔ تدفین کے وقت اللہ اللہ کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ کتنے خوش قسمت تھے کہ اللہ اللہ کی گونج میں ان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت میرے دل و دماغ میں گونج رہی تھی۔

یاایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی

وادخلی جنتی ۔

حضرت مولانا محمد عمر لدھیانوی کا انتقال پُر ملال

خاندانِ علماء لدھیانہ کے بزرگ آہستہ آہستہ اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ خلا ہے کہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی حضرت مولانا محمد عمر لدھیانوی کا انتقال پُر ملال ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر لدھیانوی رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے بھتیجے تھے۔ رئیس الاحرار کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد زکی کے بیٹے تھے۔ حضرت مولانا محمد زکی تقسیم ہند کے بعد اپنی اولاد کے ساتھ پاکستان میں تشریف لے آئے تھے۔ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ شہر میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ ان کی اولاد نے ساری زندگی اسی جگہ گزار دی۔ حضرت مولانا محمد عمر لدھیانوی دینی تعلیم کی تکمیل مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں کی۔ دورۂ حدیث میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے شاگرد تھے۔ دینی اور تبلیغی کام میں منہمک رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور گرفتار بھی ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں بھی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے۔ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ جماعت کے بزرگوں میں اختلافات کے باوجود معتدل پالیسی اختیار کی۔ جس کے سب مداح ہیں۔ کافی عرصہ سے صاحبِ فراش تھے۔ گزشتہ دنوں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کی عمر ۸۰ برس تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی خطیب جامع مسجد غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا کہ میری اہلیہ حضرت مولانا محمد عمر صاحب کی عقیدت مند تھی۔ اس نے بھی ان کی بڑی خدمت کی۔ اس کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جناب حمزہ صاحب کی اہلیہ کا انتقال

گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے سابق ایم۔ پی۔ اے۔ جو کہ ہمارے رشتہ میں چچا لگتے ہیں۔ ان کی اہلیہ کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اہلیہ کو جوارِ رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔

مولانا فضل الرحمٰن احرار مرحوم کی اہلیہ کا انتقال

مجلس احرار اسلام ہند کے پُر جوش خطیب حضرت مولانا فضل الرحمٰن احرار مرحوم کی اہلیہ بھی گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔

مکاتیب رئیس الاحرارؒ سے

ایک متنازعہ موضوع پر

علامہ اقبال مرحوم، سلطان ابن سعود اور حجاز

۱۹۲۵ء میں جب سلطان ابن سعود کی حجاز پر حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے اس وقت اپنی ریاست میں بدعات کو مٹانے کے لیے کچھ اقدامات کیے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے مزار اور ان کے بعد میں آنے والے مسلمان حکمرانوں کی بنائی ہوئی قبروں کو گرانا شروع کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کے رد عمل میں ہندوستان میں بڑا شور اٹھا۔ جس میں بڑے بڑے علماء اور جلسے منعقد کیے جانے لگے۔ جس میں مجلس احرار کے علاوہ خلافت کمیٹی پیش پیش تھے۔ ۱۹۲۶ء میں حجاز میں موتمر اسلامی کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں ہندوستان سے بھی علماء کے ایک وفد کو بلایا گیا۔ اس میں رئیس الاحرار حضرت مولانا محمد علی جوہر اور حسرت موہانی بھی شامل تھے۔ اس وقت مجلس احرار اسلام کا قیام عمل میں نہیں آیا تھا۔ رئیس الاحرار اس وقت جناب خلافت کمیٹی کے صدر تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی کی سرکردگی میں حجاز گیا اور سلطان ابن سعود مرحوم سے اس معاملہ میں گفتگو کی۔ سلطان ابن سعود مرحوم نے بڑی توجہ سے ان حضرات کی باتوں کو سنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرانی تاریخی عمارات کو گرانے کا سلسلہ بند کر دیا گیا۔ واپسی پر اس وفد کی طرف سے صحیح صورت حال بتانے کے لیے رئیس الاحرارؒ نے اخبارات میں ایک بیان جاری کیا۔ جس میں رئیس الاحرارؒ نے اخبارات کو بتایا تھا کہ اس میں انہوں نے کچھ تحریر کیا تھا۔ جس سے صحیح صورت حال پیش نہیں ہو سکی۔ اسی دوران ڈاکٹر اقبال نے صحیح صورت حال جاننے کے لیے رئیس الاحرارؒ سے ایک خط کے ذریعہ استفسار کیا۔ چنانچہ رئیس الاحرارؒ نے تحریری طور پر جواب کا تفصیلی خط لکھا۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم بنام رئیس الاحرارؒ

محترم مکرم مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا وفد موتمر اسلامی کے اجلاس منعقدہ مکہ معظمہ میں شرکت کے بعد واپس آ گیا ہے۔ اور آپ کی طرف سے حجاز کے حالات کے متعلق کوئی بیان بھی جاری ہوا ہے۔ اس کے

متعلق آپ مجھے کچھ حالات سے مطلع فرمائیں۔ نیز میرے ان سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱) سنا ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ کے قبر مبارک کو بھی گرانے کا کوئی منصوبہ ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟

(۲) کیا وہاں جمہوری نظام قائم ہو سکتا ہے؟

(۳) کیا وہاں کسی نئے انقلاب کا خطرہ ہے؟

اس سلسلہ میں آپ کی طرف سے میں تفصیل کا منتظر ہوں۔

والسلام خاکسار محمد اقبال، لاہور

رئیس الاحرار کا پیام ڈاکٹر اقبال مرحوم

لدھیانہ، ۲۵ اگست ۱۹۲۶ء

محترم جناب ڈاکٹر محمد اقبال صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے کہ آپ بخیریت سے ہوں گے۔ آپ نے میرے اس بیان کی وضاحت مانگی ہے جو کل ۱۰ اگست کے اخبارات نے شائع کیا مگر اخبارات نے اس کی صحیح تصویر پیش نہیں کی۔ اس لیے کئی لوگوں کو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ جن میں آپ بھی شامل ہیں۔ میں اس کو مفصل لکھ کر بھیج رہا ہوں۔

مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بھائی شوکت علی کا طریقہ کار صحیح نہیں۔ وہ بلا وجہ قوم میں اشتعال پیدا کر کے ابن سعود کے خلاف محاذ بنا رہے ہیں۔ اسی طرح ہم اگر ہر مسلمان حاکم کے متعلق محاذ بنانے لگے تو پھر ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔

مسلمانان ہند کی موجودہ حالت ان کی نااتفاقی و افتراق کی وجہ سے یہ کہہ رہی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بہتر سے بہتر مفید تحریک بھی ایسی فضا میں نشوونما نہیں پا سکتی اور یہ نااتفاقی نقصان اس قوم کو پہنچا رہا ہے۔ اور اب دوسری طرف سے یہودی قوم اپنے جملہ اختلافات سے مجتمع ہو کر ہمیں نقصان پہنچانے کے لیے تیار ہونے پر مستعد ہے۔ اور ایک متحدہ محاذ پیش کر رہی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں خدانخواستہ یہ ہمارے روز افزوں اختلافات جو اب ایک منظم جنگ کی صورت اختیار کر رہے ہیں، کہیں ان منحوس اور ہلاکت خیز نتائج سے بغل گیر نہ کر دیں جنہوں نے مسلمانان اندلس کو ذلت اور خواری کی گہری کھائیوں

میں منتقل ہو رہا ہے۔ لہٰذا ان ہی واقعات کو حقائق کی طرف دیکھا جائے، بیان و تجزیہ میں دست و گریبان نہ ہوں۔

حالات حجاز پر غور کرنے سے قبل آپ کو ابن سعود اور ہندوستان کی اہل حدیث جماعت کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں باشندگان حجاز کو الگ الگ سمجھنا چاہیے۔ ایک کے حالات کو دوسرے کے حالات سے مختلف نہ کرنے سے بہت زیادہ غلط فہمیوں کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ابن سعود اور اس کی قوم حنبلی مذہب کو عالی درجہ مانتی ہے۔ نجدی قوم سیاست سے بہت پیچھے واقف ہے۔ نجدی قوم نے جنت معلیٰ اور جنت البقیع کے تمام قبے گرا دیے ہیں۔ اگرچہ وہ نہیں ان کا گرانا کسی امام کے نزدیک بھی ناجائز ثابت نہیں ہو سکتا مگر موجودہ حالات میں سیاست شرعیہ اس امر کی مقتضی تھی کہ ابن سعود اور اس کی قوم کوئی ایسا کام نہ کرتی جس سے مسلمانان عالم میں مزید اختلافات کی آگ بھڑکتی۔ اور دشمنان اسلام کو ہمیں کمزور اور نقصان پہنچانے کا موقع ملتا۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ جو ابن سعود اور اس کی قوم کو پیغمبر کی طرح معصوم اور بے گناہ ثابت کرتے ہیں، اور نہ ان میں سے ہوں جو ان کو شیطان اور دجال کہہ کر پکارتے ہیں۔ میرے نزدیک وہ ایک غیر مآل اندیش مسلمان ہیں، اور ضرورت سے زیادہ اپنے آپ ہی کو موحد تصور کرتے ہیں۔

ابن سعود کی حکومت نے حجاز میں بہتر سے بہتر کام بھی کیے ہیں۔ مثلاً قیام امن، چوری ڈکیتی، زنا اور شراب کا قطعی انسداد وغیرہ ایسی اسلامی خدمات ہیں جن کا شکر ہر ایک مسلمان کو کرنا چاہیے۔ بالخصوص قیام امن تو ایک ایسی خدمت ہے جس کی نظیر خلفائے راشدین کے دور میں ملتی ہے۔ مکہ سے لے کر مدینہ تک عرب کے صحراؤں میں جو ہر سال حجاج کے لیے امن و اطمینان تھا اس کی نظیر اس وقت دنیا کی کوئی مہذب سے مہذب حکومت بھی صحراؤں میں پیش نہیں کر سکتی۔

جہاں نجدی حکومت کے یہ اوصاف ہیں وہاں ان میں کمزوریاں بھی موجود ہیں۔ مثلاً (موتمر کے فیصلے کا انتظار کیے بغیر) مدینہ طیبہ کے قبوں کو گرا کر مسلمانان عالم میں اختلاف کی آگ مشتعل کرنا، اپنے آپ کو چند اہل حدیثوں کے سوا تمام دنیا کو مشرک خیال کرنا، بہت سی زبردستی تکالیف جو حجاج کو ان کے ہاتھوں پہنچیں، وہ ان کے اسی تشدد اور طرز عمل کا نتیجہ تھیں۔ اور اس عقیدے کو زیادہ مضبوط کرنے والے ہندوستان کے فرقہ اہل حدیث کے وہ چند خود غرض علماء تھے جو ہندوستان سے اس لیے گئے تھے کہ ان کو یقین دلا دیں کہ ان کے گروہ کے بغیر ہندوستان میں کوئی قابل اعتماد نہیں اور صرف ہمارا ہی فرقہ ہندوستان میں اہل توحید کا فرقہ ہے۔ اور باقی سب بدعتی اور مشرکین میں سے

ہیں۔ انگریزوں سے جو ملاقات ہوئی تو انہوں نے ہندوستان کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ہندوستان کے گزشتہ اہل حدیث کا ذکر کیا۔

نجدی حکومت نے قبور کے ساتھ ساتھ مآثر (یادگاریں) بھی مٹا دیں۔ حضرت خدیجہؓ کے اس مکان کو بھی مسمار کر دیا گیا جس میں آنحضرت ﷺ نے اٹھائیس سال تک قیام فرمایا۔ جب میں نے اس منہدم شدہ مکان کو دیکھا تو سخت صدمہ ہوا۔ کیونکہ اس کو زیر کر کے غلاظت کا مرکز بنا دیا گیا تھا۔ اس کا ذکر میں نے مولوی محمد اسماعیل غزنوی (اہل حدیث) سے مکہ معظمہ میں کیا تو انہوں نے نہایت بے باکی سے کہہ دیا کہ ہاں اس مکان میں خدیجہ بھی تو پاخانہ پھرا کرتی تھیں۔ اس جواب نے میرے دل کو اور بھی صدمہ پہنچایا۔ اس وقت میں نے خیال کیا کہ نجدی قوم کی ان حرکتوں میں ہندوستان کے اہل حدیث پورے طور سے شریک ہیں۔ میں نے بیت اللہ شریف میں یہ ظلم بھی دیکھا کہ جس وقت ابن سعود طواف کرنے کے لیے آتے تو لوگوں کو کوڑوں سے ہٹایا جاتا تھا۔

سب سے اہم سوال جو لوگ مجھ سے کرتے ہیں اور آپ نے بھی کیا ہے وہ یہ کہ نجدی آنحضرت ﷺ کے قبہ مبارک کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ تو اس کے متعلق صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ نجدی حضرت عائشہؓ کا وہ حجرہ بھی نہیں گرائیں گے جس میں آنحضرت ﷺ آرام فرما رہے ہیں۔ کیونکہ تمام دنیا اس کی عزت کرتی ہے۔ ہمارے وفد کی جب ابن سعود سے ملاقات ہوئی تھی تو میں نے اس میں یہ سوال اٹھایا تھا جس پر ابن سعود نے کہا تھا کہ ہم اس کے متعلق ابھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہندوستان کے اہل حدیثوں نے ان کو یہ مشورہ دیا تھا کہ حضرت عائشہ کا حجرہ گرا دیا جائے البتہ قبر مبارک کو رہنے دیا جائے۔ مجھے یقین نہیں کہ ابن سعود اور اس کی قوم ہندوستان کے اہل حدیثوں کے اس مشورے کو قبول کر کے اس قسم کی عظیم الشان غلطی کا ارتکاب کرے۔

حجاز کی شہری آبادی غیر حجازیوں پر مشتمل ہے۔ اور اس وقت ان کا مقصد صرف روپیہ جمع کرنا ہے۔ مکہ کی آبادی بہت زیادہ ہوتی تھی مگر ان میں سے بہت سے لوگ اس وقت قرآن پڑھنا نہیں جانتے۔

آپ نے مجھ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا عرب میں جمہوریت قائم ہو سکتی ہے؟ جناب عالی یہ خیال تو بہت خوبصورت ہے مگر حجاز میں موجودہ حالات میں جمہوریت کے متعلق کوئی تصور بھی ممکن نہیں۔ شاید آج سے پچاس سال بعد اور وہ بھی مکمل اصلاح کے بعد کوئی جمہوریت قائم کر سکے۔ مگر میں یورپ کی ساخت پر دانستہ جمہوریت کو عرب کے لیے پسند نہیں کرتا۔

آپ نے مجھ سے حجاز میں کسی انقلاب کے متعلق سوال کیا ہے۔ تیز اور ہندوستان میں

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ابن سعود کو عرب سے نکال دیا جائے مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اس کے بعد کس مسلمان حکمران کو وہاں لایا جائے گا۔ کچھ لوگ امام یحییٰ یمنی کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جبکہ امام یحییٰ یمنی زیدی شیعہ ہے۔ شیعہ مسلک کو وہاں کے لوگ کسی طور پر قبول نہیں کریں گے۔ اس سے مزید خانہ جنگی کا خطرہ ہے۔ نیز وہ مصری غلام ہو کر غلام ہونے کی وجہ سے اس قدر یورپ کی تہذیب میں رنگے جا رہے ہیں کہ ان کے کسی مرد و عورت میں اسلامی تہذیب کا منظر نظر نہیں آتا۔

مسلسل انقلابوں کی وجہ سے جو کہ اہل حجاز پر طاری ہو رہے ہیں انہیں موت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ اور وہاں شریف مرد و عورت سائل کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ جو شخص وہاں انقلاب چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ پہلے اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہاں جا کر آباد ہو اور پھر بعد میں انقلاب کی دعا کرے تاکہ اس کو انقلاب کے نتائج سے خود بھی متمتع ہونے کا موقع ملے۔

میری رائے میں نجدی قوم کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے کہ ہندوستان کے علماء ان کے اچھے کاموں کی تائید کریں۔ اور غلط کاموں پر تنقید کی بجائے اصلاح کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کے اعتقاد کے لئے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری دامت برکاتہم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند کا مکہ میں طویل قیام ان کے علماء کے ساتھ محبت سے مباحثہ کر سکتا ہے۔

ہندوستان کے اہل ثروت مسلمانوں کا فرض ہے کہ جدہ سے عرفات تک اور مکہ سے مدینہ تک سڑکیں ہونے کے لئے ایک کمیٹی بنائیں۔

مجلس احرار اسلام ہند کا فرض ہے کہ جس طرح انہوں نے "حزب الاحناف" اور "خدام الحرمین" کے فتنوں کو روکا ہے اسی طرح ان کا فرض ہے کہ وہ اہل حدیث کے فتنوں کو روکنے کی بھی کوشش کریں۔ میرے نزدیک ہندوستان میں نجدی حکومت کو جس قدر نقصان اہل حدیث ہند کی غلط کاریوں سے پہنچ رہا ہے اور کسی جماعت سے نہیں۔ کیونکہ ان کی بے جا طرفداری کی وجہ سے لوگ ابن سعود کی زیادہ مخالفت کر رہے ہیں۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ شاید یہی ایک وجہ ہے کہ ہندوستان کے اہل حدیث کا یہ اعلان کہ "ابن سعود ہماری طرح غیر مقلد اور ہمارا ہم خیال ہے" مقلدین کو ابن سعود کا مخالف بنا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت ایسی نہیں ہے۔ وہ مقلد ہیں اور فقہ میں امام احمد بن حنبل کے طرز فکر کے پابند ہیں۔ یہ وہ حالات ہیں جو کہ مختصر طور پر آپ کو لکھ رہا ہوں مزید تفصیل بوقت ملاقات عرض کروں گا۔ والسلام حبیب الرحمن لدھیانوی، صدر مجلس احرار، پنجاب۔ بدست مولوی محمد یحییٰ

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ کے خلفاء

[illegible] میانوالوی

حضرت قدس سرہٗ رائے پوری نے بہت سے لوگوں کو سلوک و عرفان کی منازل طے کرا کے اجازت و خلافت دی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت رائے پوری کے خلفاء اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آج کل کئی لوگ حضرت کا خلیفہ ہونے کے دعویدار بن رہے ہیں۔ اس لیے آپ کے لوگوں کا اصرار ہے کہ حضرت رائے پوری کے خلفاء کی صحیح فہرست شائع ہونی چاہیے۔ تاکہ واضح ہو کہ حضرت رائے پوری کے اب کتنے خلفاء بقیدِ حیات ہیں۔

حضرت کے خلفاء کی ایک فہرست حضرت مولانا محمد انوری نے شائع کی تھی۔ بعد میں حضرت مولانا محمد حسین قاسمی نے اپنی کتاب "حیاتِ طیبہ" جو کہ انہوں نے حضرت کی سوانح کے طور پر لکھی ہے اس میں مزید کچھ اضافہ کے ساتھ فہرست شائع فرمائی۔ وہ قارئین کی یاد دہانی کے لیے شائع کی جا رہی ہے۔

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی قدس سرہٗ

(۲) امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری قدس سرہٗ

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ جانشین حضرت جی چک نمبر ۲۲ سرگودھا۔

(۴) حضرت مولانا محمد اشفاق احمد صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

(۵) حضرت مولانا حافظ محمد عقیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا۔

(۶) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

(۷) حضرت مولانا محمد صاحب انوری لائلپوری قدس سرہٗ

(۸) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

(۹) حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی قدس سرہٗ مدیر الفرقان لکھنؤ۔

(۱۰) حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا۔

(۱۱) حضرت مولانا عبدالوحید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ ڈھڈیاں شریف ضلع سرگودھا۔

(۱۲) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] چک [illegible] ای بی [illegible]۔

(۱۳) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر ۱۱ تحصیل چیچہ وطنی

(۱۴) حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔

(۱۵) حضرت مولانا غلام رسول صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ [illegible]۔

(۱۶) حضرت مولانا فیض بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ساکن [illegible] ضلع [illegible]۔

(۱۷) حضرت مولانا فضل احمد صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر ۱۱ تحصیل چیچہ وطنی۔

(۱۸) حضرت مولانا احمد الدین صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، [illegible] ضلع جالندھر۔

(۱۹) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر [illegible] ضلع [illegible]۔

(۲۰) حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۱) حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] ضلع ملتان۔

(۲۲) حضرت مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] ضلع بہاولنگر۔

(۲۳) حضرت مولانا حافظ [illegible] عبدالرحمٰن صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۴) حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ میاں چنوں۔

(۲۵) حضرت مولانا [illegible] عبداللطیف صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، چیچہ وطنی۔

(۲۶) حضرت مولانا محمد قمرالدین صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۷) حضرت مولانا عبدالمنان صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ، [illegible] راولپنڈی۔

(۲۸) حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲۹) حضرت مولانا سید مسعود علی صاحب آزاد [illegible] رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳۰) حضرت مولانا سید محمد اسحاق صاحب [illegible] رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳۱) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ [illegible] ساہیوال۔

(۳۲) حضرت [illegible] صاحب رحمۃ اللہ علیہ، [illegible] ضلع فیصل آباد۔

(۳۳) حضرت مولانا سید [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible] قصور۔

(۳۴) حضرت مولانا سید غلام محی الدین صاحب [illegible] قصوری رحمۃ اللہ علیہ، بہاولنگر۔

(۳۵) حضرت مولانا ماسٹر حاجی محمد اکرم صاحب قلبی رحمۃ اللہ علیہ کہروڑ ضلع ملتان۔

(۳۶) حضرت مولانا قاضی عبد الستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھابڑیاں ضلع سرگودھا۔

(۳۷) حضرت مولانا ماسٹر عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھلوکوٹ ضلع میانوالی

(۳۸) حضرت مولانا مخدوم عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن بھلوال ضلع سرگودھا۔

(۳۹) ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کوٹ تغلق ملتان۔

(۴۰) ابن رئیس الاحرار حضرت مولانا انیس الرحمن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۷۶ ہجری لاہور۔

(۴۱) حضرت مولانا سید فخر الحسن صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ مدرس دار العلوم دیوبند۔

(۴۲) حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مد ظلہ العالی۔

(۴۳) حضرت سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم کسوروی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔

(۴۴) حضرت مولانا عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ راوی روڈ لاہور۔

(۴۵) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دین پور ضلع بہاولنگر۔

(۴۶) حضرت صوفی عبد الرحمن صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴۷) حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ بستی نظام الدین دہلی انڈیا۔

(۴۸) حضرت مولانا سعید احمد صاحب رائے پوری مد ظلہ خلف الرشید حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب مد ظلہ تھکھوی سرگودھا۔

(۴۹) حضرت مولانا ماسٹر عبد الرشید صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے پور شریف۔

(۵۰) حضرت مولانا قاری شبیر احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۱) حضرت چوہدری عبد الخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کرام ضلع جہانیاں منڈی ملتان۔

(۵۲) حضرت خان محمد یوسف خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن نور رتہ ضلع ساہیوال۔

(۵۳) حضرت صوفی فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ شاہ گنج دہلی۔

(۵۴) حضرت صوفی انعام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ۔

(۵۵) حضرت صوفی حکیم شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جھنگ۔

(۵۶) حضرت مولانا عبد الجلیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کھلیری۔

(۵۷) حضرت ڈاکٹر محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، گورداسپوری مزار کوہاٹ شہر

(۵۸) حضرت حاجی صوفی برکت صاحب لودھی پوری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۹) حضرت حاجی حافظ محمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، چک نمبر ۶۰ عمر دیا خان ضلع میانوالی

(۶۰) حضرت ڈاکٹر محمد حسین انصاری گیمی رحمۃ اللہ علیہ ساکن ننھ شریف ضلع جہلم کوہستان۔

نوٹ نمبر ۱: حضرت مولانا محمد انوری نے حضرت کے خلفاء کی فہرست میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا نام بھی لکھا ہے۔ اور ساتھ لکھا ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ نے حضرت رائے پوری سے تجدید بیعت کے لیے بھی عرض کیا تھا مگر حضرت نے فرمایا کہ تجدید بیعت کی ضرورت نہیں۔

نوٹ نمبر ۲: حضرت مولانا عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات مئی ۱۹۹۶ء میں ہوئی۔ میں کھلیری شریف ان کی زیارت کے لیے گیا۔ میں نے باتوں باتوں میں عرض کیا کہ جہاں تک میرا خیال ہے اس فہرست کے مطابق حضرت رائے پوری کے جو خلفاء اب زندہ ہیں ان میں ایک آپ کی ذات دوسرے حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری مدظلہ اور ہندوستان میں حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ ہیں۔ انہوں نے اس کی تصدیق کے ساتھ ساتھ فرمایا کہ اس میں ایک نام رہ گیا ہے وہ ہے تبلیغی جماعت کے حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب مدظلہ، ان کو بھی حضرت نے اجازت مرحمت فرمائی ہے مگر وہ بیعت نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے حضرت رائے پوری کے زندہ خلفاء کی تعداد تین ہے۔

حضرت رائے پوری کے جو خلفاء اب زندہ ہیں۔

پاکستان میں دو خلفاء بقید حیات ہیں

(۱) حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب دامت برکاتہم تبلیغی جماعت رائے ونڈ

(۲) حضرت مولانا سعید احمد رائے پوری مدظلہ خلف حضرت مولانا عبد العزیز رائے پوری ثم سرگودھوی۔

ہندوستان میں

(۱) حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ، کاندھلہ

ایک اللہ والے کی مجلس میں

آدمی کے پاس وقت ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے وقت کو قیمتی بنائے۔ اور کچھ نہیں تو کسی اللہ والے کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھ جائے۔

حضرت مولانا عبد الخلیل کے انتقال پر ان کے جنازے میں شرکت کے لیے چلا ہوا۔ نماز جنازہ حضرت حاجی عبد الوہاب دامت برکاتہم نے پڑھائی تھی۔ نماز جنازہ پڑھانے کے بعد حضرت حاجی صاحب کچھ دیر کے لیے کمرے میں تشریف لے گئے۔ میں موقع غنیمت جانتے ہوئے حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اس سے پہلے حاجی صاحب سے باقاعدہ ملاقات نہیں تھی۔ کبھی کبھار دور سے زیارت کرنے کا موقع ملا تھا۔ حضرت حاجی صاحب کے پاس بیٹھنے والوں سے سنا کرتا تھا کہ وہ اکثر نظامیہ کالج اور ریلوے مسجد فیصل آباد کا ذکر فرماتے رہتے ہیں، چونکہ یہ ہمارا مسکن ہے۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں اکثر تشریف لایا کرتے تھے، اور رمضان المبارک 1957ء میں ہمارے ہاں ہی گزارے تھے۔ اسی طرح حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب بھی تشریف لاتے تھے تو ہمارے ہاں ہی قیام فرمایا کرتے تھے۔ نیز فیصل آباد میں تبلیغی جماعت کا سب سے پہلا مرکز ہمارے ہی مدرسہ مسجد تھے۔ اس لیے حضرت حاجی صاحب کا اپنی مجلسوں میں ہمارے مسجد مدرسہ کا ذکر کرنا کوئی عجیب نہیں تھا۔

حضرت حاجی صاحب سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ حاجی صاحب نے بڑی شفقت سے بیٹھنے کو کہا۔ حضرت حاجی صاحب کے پاس حضرت مولانا عبد الخلیل کے فرزند مولانا حافظ احمد سعید، مولانا نعیم صاحب اور شیخ محمد یوسف قریشی بھی تشریف رکھتے تھے۔

میرے دادا رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ حاجی صاحب تاریخ کے اوراق پلٹتے جا رہے تھے۔ میں پہلے سمجھتا تھا کہ حاجی صاحب پنجاب کے کسی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں مگر زبان کا لب و لہجہ اور تھا۔ حاجی صاحب نے خود ہی بتا دیا کہ دیوبند کے گاؤں [illegible] سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ جب تمہارے خاندان کے بزرگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ دیا تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی

اختلاف فرمایا تو حضرت مولانا محمد صدیق کاندھلوی نے تمہارے خاندان کے فتوے کی بصراحت حمایت کی بلکہ حضرت گنگوہی کی بھی حمایت کی اور حضرت گنگوہی کو یا تو مرزا غلام احمد کے خلاف کفر کے فتوے پر قائل کیا یا فرمایا کہ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بہانپوری کے حضرت مولانا محمد احمد کے رو ادار تھے۔

مجھ سے یہ پوچھا کہ تمہارے دادا حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی نے ۱۹۴۵ء میں مجلس احرار اسلام سے استعفیٰ دیا تھا اس کی کیا وجہ تھی۔ میں نے عرض کیا کہ مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی جو کہ اکیس ممبران پر مشتمل تھی اس نے ایک اجلاس میں جس میں اکیس میں سے صرف سات ممبر حاضر تھے۔ ان سات ممبران نے یہ ریزولیشن پاس کیا تھا کہ مجلس احرار کا کوئی رکن کانگریس کا ممبر نہیں بن سکتا۔ میرے دادا کو باقی ممبران کے اس ریزولیشن سے اختلاف ہوا ان کے نزدیک اکیس میں سے سات ممبران کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ یہ فیصلہ کریں نیز وہ کانگریس کے ممبر بھی تھے۔ اس لیے انہوں نے مجلس احرار سے استعفیٰ دے دیا۔

حضرت حاجی صاحب نے دوران گفتگو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تذکرہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ زبان دی تھی کہ بڑے بڑے لوگ ان کی تقریریں سن کر راہ راست پر آ جاتے تھے۔ فرمایا کہ چوہدری افضل حق بھی انہی کی تقریریں سن کر انگریز کی نوکری سے الگ ہو گئے۔ پھر وہ مجلس احرار کے روح رواں بن گئے۔ فرمایا کہ میں نے ان کی کتابیں زندگی اور محبوب خدا پڑھی ہیں۔ وہ کتابیں پڑھ کر آدمی پر گہرا اثر ہوتا ہے۔

فرمایا کہ حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی جب آخری مرتبہ جیل سے رہا ہوئے تو حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے والد مولانا محمد زکریا کو خط لکھا کہ "مولانا حبیب الرحمن اب ہندوستان میں قید اور مصائب میں ہم میں سب سے آگے نکل گئے ہیں"۔ میں نے عرض کیا کہ مولانا ابوالکلام آزاد کی جیل کی زندگی دس سال ہے جب کہ ہمارے دادا مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی جیل کی زندگی ۱۴ سال ۹ ماہ ہے۔

باتوں باتوں میں میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا عبدالخلیل کے فرمان کے مطابق اب تین حضرات ہی حضرت رائے پوری کے خلفاء میں سے رہ گئے ہیں۔ ایک آپ اور دوسرے مولانا احمد سعید رائے پوری اور ہندوستان میں حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی۔ اس پر حضرت حاجی صاحب مسکرا کر مولانا نسیم کی طرف دیکھنے لگے۔ مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ حضرت مولانا عبدالخلیل صاحب ہندوستان کے کسی مولانا اکرم صاحب کا نام بھی لیا کرتے تھے۔ حضرت حاجی

صاحب نے ان کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کہاں کے رہنے والے تھے۔ اس پر ان صاحب نے کہا کہ بس مجھے صرف اتنا پتا تھا کہ وہ ہندوستان کے رہنے والے ہیں، جگہ کا علم نہیں۔

میں نے عرض کیا کہ ۱۹۴۹ء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ہمارے ہاں تشریف لائے تھے تو ان کے ساتھ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ اور میں نے وہ منظر بھی بیان کیا کہ حضرت شیخ الحدیث اس طرح بیٹھے تھے جس طرح آپ بیٹھے ہیں، یعنی چارپائی پر بیٹھے تھے اور ٹانگیں نیچے لٹکائے ہوئے، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حضرت شیخ کے قدموں میں اس طرح لیٹے ہوئے تھے جیسے کہ بیٹا باپ کے قدموں میں لیٹا ہوا ہو۔ اس پر حاجی صاحب مسکرائے اور یادداشت کی داد دی۔

فرمایا کہ جس سال حضرت رائے پوری نے تمہارے ہاں رمضان شریف کا مہینہ گذارا تو میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے اجازت لے کر تامدہ کانج آ گیا تھا اور پورا رمضان وہیں گذارا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت رائے پوری نے ہمارے ہاں دو رمضان گذارے، ایک ۱۹۵۶ء میں دوسرا ۱۹۵۷ء میں، شاید آپ آخری رمضان کی بات کر رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت رائے پوری کا پاکستان میں یہ آخری رمضان تھا۔ اس پر حاجی صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر حاجی نے فرمایا کہ جب عید الفطر کا دن ہوا اور عید کی نماز پڑھانی تھی تو تمہارے والد حضرت مولانا انیس الرحمن لدھیانوی نے مجھے کہا کہ تم دعا کرا دو، میرے پاس حضرت مولانا عبداللہ صاحب تشکری (ساہیوال والے) بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے فرمایا کہ عید کی دعا ثابت نہیں ہے۔ تو میں نے دعا نہیں کرائی۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کی عمر کتنی ہے، اس پر مسکرائے، جواب نہیں دینا چاہتے تھے مگر میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا مفتی زین العابدین کی پیدائش ۱۹۱۲ء کی ہے، میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمن کی پیدائش ۱۹۱۷ء کی ہے۔ اس پر انہوں نے بتایا کہ میں نے ۱۹۳۹ء میں میٹرک کیا تھا اور پھر ۱۹۴۳ء میں بی اے کر لیا تھا، اس سے آپ اندازہ لگا لیں۔ میں نے کہا کہ ۱۹۲۳ء کی بنتا ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہاں یہی اندازہ ہے۔

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا الیاس دہلوی نے حضرت رائے پوری کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمارا ساتھ دیں، اس پر حضرت رائے پوری نے ہنس کر فرمایا کہ ہمارا اور تمہارا ساتھ کیسے ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ بیٹھ جاؤ اور آپ کہتے ہیں کہ نکلو۔

لفظ اللہ اور لفظ محمد میں مناسبت اور چار کے عدد کی خصوصیات

یہ عجیب مناسبت ہے کہ لفظ اللہ میں چار حرف ہیں اور لفظ محمد میں بھی چار حرف ہیں۔ لفظ اللہ میں ایک تشدید ہے اور لفظ محمد میں بھی ایک تشدید ہے۔ لفظ اللہ میں ایک سکون ہے اور لفظ محمد میں بھی ایک سکون ہے۔ لفظ اللہ نقطوں سے خالی ہے اور لفظ محمد بھی نقطوں سے خالی ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی طرح محمد بھی بے عیب ہے۔

ویسے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ چار کے عدد میں برکت اور عجیب و غریب خصوصیت ہے

آسمانی کتابیں چار ہیں۔	توریت، زبور، انجیل، اور قرآن
محمد سے ماخوذ اسما چار ہیں۔	محمد، احمد، حامد اور محمود
اللہ کے مقرب فرشتے چار ہیں	جبرائیل، عزرائیل، میکائیل، اسرافیل
خلفائے راشدین چار ہیں۔	ابوبکر، عمر، عثمان، علی
فقہ اور اجتہاد کے امام چار ہیں۔	ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل
صوفیہ کے سلاسل چار ہیں۔	قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ

امت کے بہترین گروہ چار ہیں۔ انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین

عناصر بدن چار ہیں۔	آگ، ہوا، پانی، مٹی
بہشت کے چار باغ ہیں۔	جنت الفردوس، جنت نعیم، جنت عدن، جنت ماویٰ
جنت کی نہریں چار ہیں۔	زنجبیل، سلسبیل، رحیق، تسنیم
ارکان عبادات چار ہیں۔	نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج
اللہ کے پسندیدہ کلمے چار ہیں۔	سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر
جنت کے منازل چار ہیں۔	دار النعیم، دار الخلد، دار السلام، دار المقام
اطراف عالم چار ہیں۔	مشرق، مغرب، شمال، جنوب
مخلوق کی طبیعتیں چار ہیں۔	گرم، سرد، تر، خشک

سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکلنے والی نہریں چار ہیں۔ نیل، فرات، سیحون، جیحون

اسم محمد قرآن میں چار مرتبہ آیا۔ گویا حدیث "لولاک لما خلقت الافلاک" کی تکرار ہے۔

محرم الحرام اور یوم عاشوراء

مولانا [illegible]

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا میں انسانوں کی رہنمائی کیلئے اور کفر و ظلمت کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و ہدایت کی روشنی سے منور کرنے کے لئے مبعوث فرمایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی اس پیغام حق کو امت تک پہنچایا، اور پوری انسانیت کیلئے اس حجت کو تمام کرنے کے بعد اعلان فرمایا کہ جو میری اور میرے صحابہ کی پیروی کرے گا وہی نجات پائے گا۔

آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسلمانوں میں مختلف اصول سے متاثر ہو کر مختلف نظریات نے جنم لیا اور ان کو دین کے نام پر رواج دیا گیا اس کی فہرست بہت طویل ہے، مگر سر فہرست محرم الحرام اور اس مہینہ کے بارے میں افراط و تفریط پر مشتمل مختلف نظریات و عبادات ہیں جو ہر دور زمانہ کے ساتھ مزید پروان چڑھ رہی ہیں جو عام قوم ہیں تو اس کی اس مہینہ کی اہمیت اور عبادت سے نابلد ہیں صرف کہی سنائی باتیں اور گھڑے ہوئے نظریات کو محرم کی فضیلت و عبادات مان لیا گیا ہے۔

محرم الحرام میں جو اہم واقعات پیش آئے انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے نجات پانا دسویں محرم کو اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا، اور تاریخ اسلامی کی ابتداء اسی مہینہ سے قرار پایا اور یکم محرم الحرام کو ثانی خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا شہید ہونا قابل ذکر ہے۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ محرم الحرام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اور ان کی سیرت و کردار کے بارے میں کوئی تذکرہ سننے میں آتا ہے۔ واقعی اس مہینہ میں عبادات کا طریقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مہینہ میں معمول مبارک کیا تھا؟ انہیں کن عبادات کا حکم دیا گیا؟ اس میں اہل تشیع کے منانے کا کیا طریقہ ہے؟ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی طرف ہماری نظر شاید ہی کبھی گئی ہو۔

یہ مہینہ جو اس حدیث رمضان کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا ہو اس میں عبادات کے بارے

میں ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے چند نمونے پیش کرتے ہیں
محرم الحرام کے متعلق متعدد احادیث مبارکہ وارد ہیں جن سے اس کی فضیلت، عبادات کا طریقہ اور
اضافی نیکی رسومات کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

محرم الحرام میں کثرت صیام کی فضیلت

حدیث مبارک میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر روزہ رمضان کے بعد اللہ کے
نزدیک محرم کا روزہ ہے اور بہترین نماز فرض نماز کے بعد رات کی نماز ہے (مسلم)

گویا رمضان کے بعد ثواب کے اعتبار سے اگر کثرت سے کسی مہینہ میں روزے رکھنے کا ثواب ہے تو وہ محرم الحرام کا مہینہ ہے۔ لیکن پورا مہینہ نفلی روزے رکھنے کی بجائے مہینے کا اکثر حصہ روزے رکھنا زیادہ اولیٰ ہے اور زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ یہی سنت نبوی ہے چنانچہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورا مہینہ روزہ
رکھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم کہ آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے پورے مہینے کے روزے رمضان علاوہ رکھے ہوں، اور نہ ہی کوئی مہینہ ایسا گزرا
کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مہینہ روزہ نہ رکھا ہو، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ساری زندگی گزاری۔ (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ کسی پورا مہینہ روزہ نہیں رکھا لیکن کوئی مہینہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تھوڑے زیادہ روزے نہ رکھے ہوں۔

یوم عاشوراء

دس محرم الحرام کو یوم عاشورہ کہا جاتا ہے، یہ دن بڑی اہم بالشان اور عظمت کا حامل ہے۔ تاریخ کے عظیم واقعات اس سے جڑے ہوئے ہیں، چنانچہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

1۔۔۔ یوم عاشوراء میں ہی حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ 2۔۔۔ حضرت ادریسؑ کو اسی دن آسمان پر اٹھایا گیا۔ 3۔۔۔ اسی دن حضرت نوحؑ کی کشتی ہولناک سیلاب سے محفوظ ہوکر کوہِ جودی پر لنگر انداز ہوئی۔

4۔۔۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو "خلیل اللہ" بنایا اور ان پر آگ گلزار بنی۔

5۔۔۔ اسی دن حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ظلم و استبداد سے نجات دلائی۔ 6۔۔۔ اسی دن حضرت سلیمانؑ کو بادشاہت واپس ملی۔ 7۔۔۔ اسی دن حضرت ایوبؑ کو سخت بیماری سے شفا ہوئی۔ 8۔۔۔ اسی دن حضرت یونسؑ چالیس روز مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے بعد نکالے گئے۔ 9۔۔۔ اسی دن حضرت یوسفؑ کی ملاقات ایک طویل عرصے کے بعد حضرت یعقوبؑ سے ہوئی۔ 10۔۔۔ اسی دن حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے اور اسی دن یہودیوں کے شر سے نجات دلاکر آسمان پر اٹھائے گئے۔

نیز علمائے کرام نے لکھا ہے کہ ان ہی جلیل القدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا اہم واقعات کی بنیاد پر اس دن کا نام عاشورہ رکھا گیا۔

بعض علماء کرام نے مذکورہ بالا اہم واقعات کے علاوہ کچھ اور واقعات بھی بیان کیے ہیں جو یوم عاشورہ سے متعلق ہیں مثلاً:

۱۔۔۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین، قلم اور حضرت آدم و حواء علیہما السلام کو پیدا کیا۔

۲۔۔۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ ۳۔۔۔ اسی دن حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل ہوئی۔

۴۔۔۔ اسی دن حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش ہوئی۔ ۵۔۔۔ اسی دن حضرت یوسفؑ کو قید خانہ سے رہائی نصیب ہوئی اور مصر کی حکومت ملی۔ ۶۔۔۔ اسی دن دنیا میں پہلی بار باران رحمت (رحمت کی بارش) ہوئی۔

۷۔۔۔ اسی دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

۸۔۔۔ اسی دن کوفی فریب کاروں نے نواسۂ رسول اور جگر گوشۂ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شہید کیا۔

۹۔۔۔ اسی دن قریش خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالتے تھے۔

(معارف الحدیث ۴/۱۹۸، پیامِ حق و صداقت صفحہ ۱۹۸)

—— اس دن حضرت یونس کی قوم کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے اوپر سے عذاب ٹلا۔
(معارف القرآن، پ ۱۱ آیت ۹۸)

صوم عاشوراء

عاشوراء کے دن یعنی دس محرم الحرام کو زیادہ سے زیادہ عبادات میں مشغول ہونا اور روزہ رکھنا مسنون ہے چنانچہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دن کے روزے کا اہتمام دوسرے دنوں سے زیادہ کرتے دیکھا اور وہ دن دسویں محرم کا ہے، اور اس مہینے کا بھی یعنی رمضان کا۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو دیکھا کہ وہ دسویں کو روزہ رکھتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو یہودیوں نے جواب دیا یہ بہتر دن ہے، یہ وہ دن ہے جب بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں سے نجات دی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں زیادہ حق دار ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم سے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری)

اس دن کے روزے کی بہت فضیلت ہے گویا رمضان کے بعد سب سے زیادہ اجر وثواب کا باعث یوم عاشوراء کا روزہ ہی ہے، جو محرم میں کثرت صیام کا اہتمام نہ کرے وہ کم از کم یوم عاشوراء کے روزے سے محروم ہو کر اس کی برکت وثواب سے محروم نہ ہو، جس کی فضیلت کے بارے میں یہی کافی ہے کہ وہ گذشتہ سال کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں مروی ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ میں محرم کا روزہ میں اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ گزشتہ پورے سال کے
روزوں کا کفارہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم)

لیکن مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ دسویں کے روزہ کے ساتھ ایک اور روزہ نویں کا یا گیارہویں محرم کا ملائیں تاکہ یہودی کی مخالفت ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود دسویں کو عید گنتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی دسویں کو روزہ رکھو اور ایک اور دن ساتھ ملاؤ۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دسویں کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی رکھنے کا حکم فرمایا تو لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ دن ہے جس کی تعظیم یہود و نصاریٰ کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم نویں کے روزے کو ساتھ ملائیں گے، راوی فرماتے ہیں کہ آئندہ سال (عاشورہ سے پہلے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ اولیٰ یہ ہے کہ نویں کا روزہ دس محرم الحرام کے ساتھ ملا کر رکھنا زیادہ اولیٰ ہے لیکن اگر کسی وجہ سے نہ رکھ سکے تو گیارہویں محرم کا روزہ دس کے ساتھ ضرور رکھے تاکہ مخالفت یہود ہو جائے۔

اس کے علاوہ علماء نے یوم عاشورہ کو کثرت ذکر، تلاوت قرآن کریم اور درود شریف جیسی عبادات کو کثرت سے کرنے کو باعث اجر و ثواب لکھا ہے۔ اور اسلام کا طرہ امتیاز ہی اہم دن کے موقع پر عبادت میں مشغول ہونا ہے جس پر آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کثرت سے وارد ہوئی ہیں، اس تناظر میں بھی اگر دیکھا جائے تو محرم الحرام میں رائج رسومات و بدعات سے بچنے اور سیدھے راستے پر چلنے کا طریقہ صرف اور صرف وہ عبادات ہیں جو سنت نبوی سے ثابت ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے

(اوریا مقبول جان)

چند سال نہیں گزرتے کہ پھر شور اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ اتنے ارب روپوں کے قرضے معاف کروا لیے گئے۔ لسٹیں شائع ہوتی ہیں، میرے ملک کے معزز ترین لوگ اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوتے ہیں۔ صنعت کار بھی ہیں اور صحافی بھی ہیں اور فنکار بھی۔ اخبارات میں مضمون لکھے جاتے ہیں ٹیلی ویژن پروگراموں میں گرما گرم بحثیں ہوتی ہیں۔ کچھ دیر اس گرما گرمی میں بہت سوں کی عزتیں اچھالی جاتی ہیں اور پھر اگلے چند سالوں تک قبرستان جیسی خاموشی چھا جاتی ہے۔ پھر ایک دن اس بار کرسی میں ابال آتا ہے۔ ایک فہرست سامنے آتی ہے۔ دولت لوٹنے والے، عام آدمی کی جمع پونجی جو بینکوں میں جمع ہوتی ہے، اس سے قرض لے کر بددیانتی کے زور سے معاف کروانے والے۔ ایک دوسرے کے خلاف الزامات لگائے جاتے ہیں، گالیاں دی جاتی ہیں۔ ایک لوٹنے والا دوسرے لوٹنے والے پر طعن و تشنیع کے تیر برساتا ہے۔ لیکن اس سارے تماشے میں وہ لوگ خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں جن کے پیسے لوٹ لئے گئے۔ جن کی جمع پونجی، جن کی خون پسینے کی کمائی ہوئی بچت کو سرعام لوٹا گیا اور کوئی لوٹنے والے کا گریبان نہیں پکڑتا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ کیا کبھی کسی نے اس تاریخ کے ورق الٹنے کی کوشش کی کہ سارا بینکنگ سسٹم ایک استحصالی، بددیانتی اور فراڈ کی بنیاد پر شروع ہوا تھا اور آج تک اس کی روح اسی استحصالی نظام پر ہے۔ اس سارے سسٹم کی بنیاد یہ ہے کہ لاکھوں لوگوں کے تھوڑے تھوڑے بچت کے پیسے اکٹھے کر کے ایک بددیانت سرمایہ دار اور مفاد پرست کو دیتے ہیں کہ وہ جیسے چاہے استعمال کرے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کرنسی نوٹ نہیں تھے۔ لوگ اپنی بچت سے سونا خریدتے اور سناروں کے پاس اسے امانت رکھوا دیتے اور وہ انہیں رسید لکھ دیتے کہ اس کاغذ کے عوض اتنا سونا میرے پاس موجود ہے۔ پھر اگر کسی نے کوئی چیز خریدنی ہوتی یا قرض اتارنا ہوتا تو وہ رسید اس کے حوالے کر دیا جاتا کہ تعلق رہتی اور سونا سنار کے پاس رہتا۔ ان چالاک ہوشیار سناروں نے اندازہ لگایا کہ لوگ ان رسیدوں میں

سے صرف ایک حصہ سونا خرچ کرتے ہیں اور باقی نو حصے تجوری میں رکھتے ہیں تو کیوں نہ انہوں نے باقی ۹ حصوں جو واقعی میں لوگوں کو رسیدیں جاری کرنا شروع کر دیں اور اس پر سود لینا شروع کیا۔ یہ دھوکا بازی دہری نوعیت کی تھی جس کا سونا ہوتا اس سے حفاظت کے پیسے الگ لیے جاتے اور جس کو دیتے اس سے سود کے پیسے الگ۔ جس دھوکا دہی ہے تو بے ایمانی بھی دہری ہے۔

رسید کامیاب ہوئی تو نو حصوں کے بدلے میں نو سے رسیدیں بھی جاری ہوتی رہیں یعنی وہ مال جتنے تمام سناروں نے ملایا تھا اور نہ وہ ان کی ذاتی ملکیت تھی، ایک امانت تھی جس پر ربا ہونا شروع کیا گیا اور ایک دن ایسا آیا کہ ملک کے بادشاہ، امیر، وزیر سب ان سناروں کے محتاج ہو گئے۔ ملک چلانے جنگوں لڑنے شادیاں کرنے کیلئے سب ان سے قرض لینے لگے اور یہ سنار اس قدر طاقتور ہو گئے کہ حکومتوں نے ان کی دھوکا بازی کو قانونی درجہ دے دیا اور پھر ان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ کرنسی نوٹ جاری کریں۔

ادھر پوری دنیا میں صنعتی انقلاب آ رہا تھا۔ صنعتیں لگ رہی تھیں۔ چالاک سرمایہ دار کو پیسے کی ضرورت تھی اور پیسہ صرف دو جگہ تھا۔ سناروں کے پاس یا پھر عام غریب آدمی کے پاس تھوڑی سی بچت کی صورت میں۔ یہ عام آدمی جو پس انداز کرتا تھا وہ تو کسی دکان یا فیکٹری میں حصہ ڈالتا یا حصص خرید لیتا۔

اب چالاک اور مکار سناروں نے جو اب بینکر بن چکے تھے ایک چال چلی۔ کہا کہ اے سادہ لوح عوام کیوں روز روز نقصان کی فکر میں رہتے ہو، پیسہ لگاتے ہو ڈوب جاتا ہے، پریشانی ہوتی ہے، بس آپ کا سارا تم ہمارے بینک میں جمع کروا دو اور ہر سال ہم سے ایک مقررہ منافع لیتے رہو اور یوں عام لوگوں کا سرمایہ ان چند چالاک سناروں اور عالی مرتبت بینکاروں کے قبضے میں آ گیا جسے وہ جیسے چاہیں استعمال کریں۔

ملکوں پر قبضے ہوئے، کئی حکومتوں نے کئے اور کئی سرمایہ داروں نے اور بیچارے عام آدمی کی محنت اور پسینے کی کمائی عالیشان پلازوں، دفاتر، سرکاری عمارتوں، کارخانوں اور مزین شہروں پر خرچ کی گئی۔ یہ تمام حکومت نے قرض لی تو رشوت خوروں کے ہاتھے چڑھی۔ اگر کہا جائے تو کمال ہے میرے ملک

کے نظریات پر مبنی معاشیات، صاحب کمال دانشوروں کا کہنا ہے کہ اس سسٹم کو کافی حد تک جس کی بنیاد میں دغا، چالاکی اور لوٹ مار شامل تھی۔ بس ایک دوسرے پر لوٹ مار کا الزام لگاتے رہے اور ہر سال ڈاکوؤں، لٹیروں، رہزنوں اور بدمعاشوں میں اضافہ ہوتا رہا جو بینکوں، بیمہ کمپنیوں اور کارپوریشنوں کے ہاتھوں لٹنے والے غریب لوگوں کا مقدر رہا۔

حیرت ہے اگر ایک شخص ایک دکان یا فیکٹری میں سرمایہ لگاتا ہے تو اسے ڈرایا جاتا ہے کہ یہ ڈوب جائے گا، نقصان ہو جائے گا لیکن پوری دنیا میں پھیلا ہوا بینک ڈوب جاتا ہے تو کوئی فکر نہیں کرتا۔ کوئی اس کو قصداً کوتاہی نہیں دیتا کوئی نہیں کہتا کہ چند یہودی سرمایہ داروں کی اجارہ داری اور غریبوں کی جمع پونجی پر عیش کرنے والا سسٹم غلط ہے۔ اقبال نے کہا تھا۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگ مفاجات

یہ سود کے نظام میں جکڑی ہوئی معیشت کا المیہ ہے۔ ہم یہاں روز ڈوبتے جاتے ہیں، تباہ ہوتے ہیں، برباد ہوتے ہیں۔ کبھی رقم ڈوب جاتی ہے اور کبھی مرکے کاروبار یا معاشی نظام دھڑام سے گر جاتا ہے۔ لیکن کوئی اس سود پر کھڑی ہوئی تجارت اور اس ادارے پر لعنت نہیں بھیجتا جس کے بارے میں سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اگر اس کو ستر (70) حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ایک حصہ سب سے ہلکا اس گناہ کے برابر ہوگا کہ ایک آدمی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے" (ابن ماجہ، بیہقی)

لوگ سوال کرتے ہیں ہم پر رحمتیں نازل کیوں نہیں ہوتیں؟ لیکن میرا رب صرف ایمان والوں سے کہتا ہے:

"اگر تم ایمان رکھتے ہو تو جو سود تمہارا لوگوں پر باقی ہے اسے چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ قبول کرو۔"

جس امت کے ہر چوراہے، ہر سڑک، تجارت اور شہر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ قبول کرنے کی دکانیں کھلی ہوں، بورڈ سجے ہوں، نیون سائن جگمگا رہے ہوں وہ اس سے رحمت کی توقع بھی کرتی ہے۔

آپریشن سے متعلق جدید مسائل

مولانا حذیفہ وستانوی

مسائل

(۱) شریعت اسلامیہ نے علم طب سیکھنے، سکھانے، اور اس کے اطلاق کو نہ صرف مباح بلکہ مصالح منفیہ ومنافع جالبہ یعنی صحت کی حفاظت، اور امراض کے ضرر سے بدن کو بچانے کی بنا پر اس کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ (احکام الجراحۃ الطبیۃ، ص: ۷۷)

(۲) اعضاء انسانی کی چیر پھاڑ کرنا ناجائز وحرام ہے۔ البتہ بوقت ضرورت علماء کرام نے میڈیکل سرجری (آپریشن) کرنے کی اجازت دی ہے۔ (ص: ۸۳)

مسئلہ: میڈیکل سرجری بسا اوقات مریض کی موت وہلاکت یا کسی عضو کے تلف ہونے کا سبب بن جاتی ہے، اسلئے فقہاء کرام نے اس کی مشروعیت وجواز کیلئے آٹھ شرطیں بیان کی ہیں: (۱) سرجری شرعاً جائز ہو، (۲) مریض سرجری کا محتاج ہو، (۳) مریض اس کی اجازت دے، (۴) سرجن اور اس کے معاون ومددگاروں میں اہلیت کاملہ موجود ہو، (۵) سرجن کو سرجری کے کامیابی کا غالب گمان ہو، (۶) سرجری کا ایسا متبادل نہ پائے جو ضرر میں اس سے خفیف ہو، (۷) سرجری پر مصلحت مرتب ہو، (۸) سرجری کی وجہ سے ایسا ضرر لاحق نہ ہو جو موجودہ بیماری کے ضرر سے بڑا ہو۔

مسئلہ: اگر تجربہ کار سرجن کو میڈیکل سرجری کی وجہ سے مریض کے ہلاک ہونے کا غالب گمان ہو تو اس وقت میڈیکل سرجری حرام ہوگی۔ (۱۰۲)

مسئلہ: اگر مریض میں اہلیت اذن نہ ہو تو اس کے ولی کی اجازت کافی ہے۔ (ص: ۱۰۹)

مسئلہ: سرجن میں اہلیت کاملہ کیلئے دو شرطیں ہیں: (۱) وہ مطلوبہ سرجری میں علم وبصیرت رکھتا ہو، (۲) اور اس کی تحقیق اور بہترین طریقے پر اسے پورا کرنے پر قادر ہو۔ (ص: ۱۱۲)

مسئلہ : سرجن میں اہلیت کاملہ ہونے کے باوجود وہ آپریشن میں کامیاب نہ ہو، اور آپریشن سے مریض کو ضرر لاحق ہو جائے، یا وہ مرض دوسرے اعضاء کی طرف سرایت کر جائے تو سرجن ضامن نہیں ہوگا۔ (ص:۱۱۳)

مسئلہ : اگر سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر موجودہ مرض کے ضرر سے بڑھ کر ہو، تو ایسی سرجری کرنا، کرانا دونوں حرام ہیں، کیوں کہ قاعدہ فقہیہ: "الضرر لا یزال الا بمثلہ" کہ ضرر کو ضرر سے زائل نہیں کیا جاتا۔ (ص:۱۴۲)

مسئلہ : اگر سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر موجودہ مرض کے ضرر سے کم ہو تو ایسی سرجری کرنا، کرانا دونوں جائز ہیں، اسلئے کہ قاعدہ ہے: "اذا تعارض مفسدتان روعی اعظمہما ضررا بارتکاب اخفہما" کہ جب دو ضرر جمع ہو جائیں تو ان دونوں میں سے اخف کو اختیار کر لیا جائے گا۔ (ص:۱۴)

سرجری (آپریشن) کی قسمیں باعتبار حلت وحرمت

مسئلہ : چھ قسم کی سرجری جائز ہے، اور بسا اوقات سرجری کرنا لازم وضروری بھی ہوتا ہے:

(۱) عمل جراحی (Opration) برائے علاج: وہ آپریشن جو بغرض علاج کے کیا جائے۔

(۲) عمل جراحی برائے تشخیص مرض: (Surgical Diagnosis) وہ سرجری جو تشخیص مرض کیلئے کی جائے۔

(۳) عمل جراحی برائے ولادت: (Surgical Accouchment)
وہ سرجری جو بوقت ولادت، حاملہ، اور جنین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو ہلاکت سے بچانے کے خاطر کی جائے۔

(۴) عمل جراحی برائے ختنہ: (Surgical Phimosiectomy) ختنہ کرنا۔

(۵) جراحت دماغ صغیر برائے عمل (پریکٹیکل): (Small Brain Practical Operation) وہ سرجری جو طلباء کو بطور پریکٹیکل کی جاتی ہے۔

(۶) جراحی حسن وزیبائش (Cosmetic Surgery) برائے ضرورت

وضاحت: وہ سرجری جو بوقت حاجت اعضاء سے ضرر کو دور کرنے کیلئے کی جاتی ہے، اور نتیجۃً اس سے حسن حاصل ہوتا ہے۔

میڈیکل سرجری (Medicul Surgery) کی قسموں کا بیان مع تعریفات و احکام

(الف) عملی سرجری (Esseulial Surgery) برائے علاج ضرورت شدیدہ: مریض کی حالت بدلنے یا مرض اتنی شدت حاصل ہو چکی ہو کہ اگر سرجری نہ کی جائے تو اس مرض میں مریض کی موت واقع ہو جائے تو اس مرض کو دور کرنے اور اپنی جان کی حفاظت کیلئے سرجری کرنا فرض ولازم ہے۔ اس طرح کی سرجری کو الجراحۃ العلاجیۃ الضروریۃ کہا جاتا ہے۔ (ص ۱۳۲،۱۳۳)

(ب)

عملی سرجری (Esseulial Surgery) برائے علاج ضرورت خفیفہ:

وہ بیماری جس میں مریض کی موت وہلاکت کا خوف ہو یا اس مرض کی شدت میں اضافہ کا خوف ہو تو ایسے بیماری کو ختم کرنے کیلئے جو سرجری کی جاتی ہے اس کو "الجراحۃ العلاجیۃ الحاجیۃ" کہتے ہیں۔

اس سرجری کی دو قسم ہے:

(۱) ایسی بیماری جس کی وجہ سے مریض کو سخت ضرر پہنچا ہو خواہ وہ ضرر دائمی ہو یا وقتی ہو۔

ایسی بیماری جس سے فی الحال اس کا کوئی ضرر نہ ہو، لیکن مستقبل میں ضرر کا خوف ہو، اور اس خوف کا حدوث متوقع ہو شک اور وہم کے درجہ میں نہ ہو یا ایسا خوف کہ اگر سرجری نہ کیا جائے تو یہ مرض اس کے کسی عضو کو لاحق ہو کر اس عضو کی منفعت کو بالکلیہ ختم کردے۔ (ص ۱۴۳،۱۴۴)

ایسے مریض کیلئے ان حالتوں میں سرجری کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے۔

(ج)

جراحات صغری برائے علاج و معالجہ (Minor Surgery) ایسی

بیماری کا آپریشن کرنا جو نہ ضرورت کے درجے کو پہنچے اور نہ حاجت کے، بایں طور کہ وہ مرض انسان کو نہ موت تک پہنچا سکتا ہو اور نہ اس میں موت کا خوف ہو، لیکن اس مرض کو یونہی چھوڑے رکھنا تکلیف و پریشانی کا سبب بن سکتا ہو، اور یہ تکلیف و پریشانی متوقع ہو، جیسے ناک میں زائد گوشت کا بڑھ جانا، اگر اس زائد گوشت کو نہ نکالا جائے تو یہ بڑھ کر تکلیف و مشقت کا سبب بن سکتا ہے، اسلئے آپریشن کی یہ صورت شرعاً جائز ہے۔ (ص:۱۲۸، ۱۲۹)

(۲) عمل جراحی برائے تشخیص مرض: (Surgical Diagnosis) یعنی سرجری جس سے مرض کی تشخیص کی جاتی ہے شرعاً یہ سرجری جائز ہے، لیکن اگر مرض کی تشخیص کیلئے کوئی آسان متبادل شکل موجود ہو، جیسے سونوگرافی وغیرہ تو پھر اس صورت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا۔ (ص:۱۵۱، ۱۵۳)

(۳) عمل جراحی برائے ولادت (Surgical Accouchment): وہ سرجری جس میں بذریعہ آپریشن بچے کو اس کی ماں کے پیٹ سے نکالا جاتا ہے، خواہ وہ کامل الخلقت ہو، یا ناقص الخلقت ہو، اس سرجری کی دو حالتیں ہیں:

(۱) حالت ضروریہ: یہ وہ حالت ہے جس میں بچہ یا حاملہ دونوں کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی جان خطرے میں ہو، اس حالت میں سرجری کرنا جائز ہے، جیسے حاملہ کی وفات کے بعد اگر جنین زندہ ہو تو اس حالت میں بذریعہ آپریشن بچہ کو نکالنا جائز ہے۔

(۲) حالت حاجیہ: یہ وہ حالت ہے کہ طبعی طور پر بچے کی ولادت متعذر ہونے کی وجہ سے طبی طریقہ سرجری سے بچے کو نکال لیا جاتا ہے، اس طرح نہ کرنے کی صورت میں بچے یا حاملہ کی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے، اس حالت کا حکم ڈاکٹر (آپریشن) کی تقدیر و رائے پر موقوف ہے، اگر ڈاکٹر کو عورت کے ولادت طبعی کی مشقت برداشت نہ کرنے یا پھر بچے کو خطر لاحق ہونے کا گمان غالب ہو تو اس صورت میں بچے کو بذریعہ سرجری نکالنا جائز ہے، اور اگر ڈاکٹر کا غالب گمان اس کے برعکس ہو تو سرجری کرنا جائز نہیں ہے۔ (ص:۱۵۸)

(۴) عمل جراحی برائے ختنہ (Surgical Phimosiectomy): وہ سرجری جس میں مرد کے عضو خاص کی اس جلدی کو جو حشفہ کو چھپائے ہوتی ہے، اور عورت کے فرج کے

اصل حصہ کے اوپر جز کو کاٹا جاتا ہے، احناف کے نزدیک ختنہ کرنا مسنون ہے۔ (ص:۱۵۹)
اس لیے سرجری کی یہ صورت نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے۔

(۵) جراحی تشریح الاعضاء (Surgical Anatomy): وہ سرجری جو فنِ طب میں نظری وعملی اعتبار سے مہارت حاصل کرنے کیلئے مردہ لاشوں پر بطورِ پریکٹیکل کی جاتی ہے، اس سرجری کے جواز وعدمِ جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔

قولِ اول: علمِ طب سیکھنے کی غرض سے مردہ لاشوں کی چیر پھاڑ کرنا جائز ہے، اس کے قائلین: (۱) ھیئۃ کبار العلماء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ، (۲) مجمع الفقہ الإسلامي بمکۃ المکرمۃ، (۳) لجنۃ الإفتاء بالمملکۃ الأردنیۃ الهاشمیۃ، (۴) لجنۃ الإفتاء بالأزهر بمصر۔

قولِ ثانی: بغرضِ تعلیم مردہ لاشوں کی چیر پھاڑ کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کے قائلین بھی علماء کی ایک جماعت ہے، جیسے: شیخ محمد بخیت المطیعي، والشیخ محمد برهان الدین السنبهلي۔

نوٹ: یہی رجحان علماءِ دیوبند کا ہے، کہ انسان کی لاش کی چیر پھاڑ کرنا جائز نہیں ہے، اس کی تفصیل دیکھئے: (منتخبات نظام الفتاوی ۱/۴۱۳، فتاوی محمودیہ ۱۸/۳۲۳، جدید مسائل کا حل:۹۹، احسن الفتاوی)

مسئلہ: لاش کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، خواہ لاش مسلمان کی ہو یا کافر کی ہو، اس لیے کہ صحتِ بیع کیلئے بیع کا بائع کی ملک میں ہونا، یا بائع کا اس بیع میں وکیل ہونا شرط ہے، اور یہاں لاش نہ بائع کی ملک ہوتی ہے، اور نہ بائع اس کے مالک کی جانب سے وکیل ہوتا ہے، اسلئے شرعاً لاش کی بیع وشراء جائز نہیں ہے۔ (ص:۱۸۰)

حیلہ: صاحب "احکام الجراحۃ الطبیۃ" نے لاش حاصل کرنے کا ایک جائز طریقہ ذکر کیا ہے، کہ لاش لینے والا لاش دینے والے سے عقدِ اجارہ کرے، اور لاش کی قیمت کو لاش دینے والے کی محنت، لاش اور نقل وحرکت کی اجرت قرار دے۔ (ص:۱۸۰)

مسئلہ: جنائی پوسٹ مارٹم (تحقیقِ جرائم کیلئے کیا جانے والا پوسٹ مارٹم) اور وہ

پوسٹ مارٹم جو اسباب موت کو معلوم کرنے کیلئے کیا جاتا ہے، اس غرض سے کہ اس کی موت کا سبب کوئی وبائی مرض ہو تو اس مرض کو معلوم کرکے دوسروں کی صحت کی حفاظت کی جائے، پوسٹ مارٹم کی ان دونوں قسموں کے بارے میں مملکت سعودیہ عربیہ کے علماء عظام نے ان کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ (ص:۱۸۷)

(۶) جراحة التجميل الحاجية: جب انسان کے کسی عضو میں کوئی نقصان پیدا ہو، یا کوئی عضو تلف ہو جائے، یا مسخ ہو جائے، تو اس کی درستگی کیلئے سرجری کرنا جراحۃ التجمیل الحاجیۃ کہلاتا ہے۔

اس کی دو قسم ہے: (۱) ضروری (۲) اختیاری

(۱) ضروری: ان عیوب کی سرجری کرنا جو انسان کیلئے باعث ضرر ہو، تو وہ عیوب پیدائشی ہوں، جیسے: اوپر کے ہونٹوں کا پھٹا ہوا ہونا، اور ہاتھ، پیر کی انگلیوں کا ملا ہوا ہونا، یا وہ عیوب بعد میں پیدا ہونے والے ہوں، جیسے: آگ میں جلنے کی وجہ سے جلد کا خراب ہونا، اور ہتھیلی کی انگلیوں کا کٹ جانا، یہ عیوب ضرر حسی و معنوی دونوں کو شامل ہیں، اور ضرر موجب رخصت ہے لہذا یہ بمنزلہ حاجت کے ہے، اور حاجت بمنزلہ ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ قاعدہ فقہیہ: "الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة"۔ لہذا ان عیوب کو دور کرنے کیلئے سرجری کرنا جائز ہے۔

سرجری کی اقسام باعتبار حرمت

باعتبار حرمت کے سرجری کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عملیہ خوش وضعی، عملیہ خوشنمائی (Shapely Surgery)

(۲) عملیہ تبدیلی جنس (Sex Changing Surgery)

(۳) عملیہ دفاع بالتقدم "عملیہ [illegible]" (Bullet Proof Surgery)

عملیہ خوش وضعی، عملیہ خوشنمائی (Shapely Surgery): وہ سرجری جو

اعضاء کی خوبصورتی یا بڑھاپے کو زائل کرنے کیلئے کی جاتی ہے۔

اس جراحت کی دو قسم ہے:

(۱) عملیہ تجمیل برائے شکل سازی (Shape Making Surgery): شکل وصورت بہتر بنانے والی سرجری، جیسے: تغییر کرکے ناک کو خوبصورت بنانا، ٹھوڑی کو خوبصورت بنانا۔ (۲) عملیہ شباب آور، عملیہ تشبیب، عملیہ شباب ساز (Young Making Surgery) وہ سرجری جو بڑھاپے کے آثار چھپانے کیلئے کی جاتی ہے۔

اس قسم میں سرجری کیلئے نہ کوئی ضرورت ہوتی ہے، اور نہ کوئی حاجت ہوتی ہے، بلکہ محض تغییر فی خلق اللہ ہوتا ہے، اور اپنی خواہش وشہوت کو پورا کرنا ہوتا ہے، لہذا اس طرح کی سرجری کرنا غیر شرعی وناجائز ہے۔ (ص۱۹۱،۱۹۳)

عملیہ تبدیلی جنس (Sex Changing Surgery) وہ سرجری جس میں مرد کو عورت اور عورت کو مرد بنایا جاتا ہے، اور یہ عمل بہت سے محرمات پر مشتمل ہے، مثلاً: تشبہ بجنس غیرہ، اور غیر کے سامنے بلاضرورت اپنے ستر کو کھولنا، اور ان کی حرمت قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہے، ان وجوہات کی بنا پر شریعت نے اس سرجری کو ناجائز قرار دیا ہے۔

عملیہ حفظ ما تقدم "عملیہ تحفظی" (Bullet Proof Surgery): ایسی بیماری کی سرجری کرنا جس میں مستقبل میں ضرر لاحق ہونے کا احتمال ہو، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) احتمال، ظن غالب کے درجہ کا ہو تو اس کا حکم گزر چکا ہے۔

(۲) احتمال، محض وہم اور شک کی حد تک ہو، جیسے: صحت وتندرستی کی حالت میں محض مستقبل میں ضرر کا خوف کرتے ہوئے اپنڈیکس کا آپریشن کرانا حرام ہے، اس لئے کہ حکم شرعی یقین پر دائر ہوتا ہے، شک اور وہم پر نہیں۔

مسئلہ: ایکسرے کے ذریعے طبی جانچ کرانا بہت ساری خرابیوں پر مشتمل

ہے مثلاً: جلد کے خراب ہونے کا خطرہ ہے، اور بعض کتابوں میں اسے کینسر اور دیگر امراض کے پیدا ہونے کا سبب بھی ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود بوقت حاجت جب کہ تشخیص مرض کا کوئی متبادل موجود نہ ہو تو شریعت نے ایکسرے نکالنے کی اجازت دی ہے، جیسے: پیٹ، آنتوں اور پتے وغیرہ کے امراض میں۔

تشخیص کے احکام

مسئلہ: تشخیص وہ فن یا مہارت ہے، جس سے مرض کی نوعیت کا جاننا آسان ہوتا ہے، تشخیص کی یہ تعریف دو باتوں پر مشتمل ہے، (۱) تشخیص طب کا ایک فن ہے، (۲) تشخیص کا مقصد مرض کو پہچاننا، اور یہ دونوں چیزیں بڑی اہم ہیں، اس فن کو حاصل کرنے کیلئے اس کے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہے، اس فن کو سیکھے بغیر مرض کی تشخیص کرنا جائز نہیں ہے۔ (ص: ۲۳۲،۲۳۳)

مسئلہ: تشخیص سے حاصل ہونے والے علم کی چار صورتیں ہیں:

(۱) مرض کا یقین ہو تو اس یقین کے مطابق اس مرض کا جو بھی علاج ہو کرنا درست ہوگا، اگرچہ سرجری ہو۔

(۲) مرض کا ظن غالب ہو، اس صورت میں ظن غالب کا اعتبار ہوگا، شک کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، اور علاج کرنا جائز ہوگا، اگرچہ سرجری ہو۔

(۳) مرض کا شک ہو، اس صورت میں توقف کرے، اگر مریض یا ڈاکٹر شک والی تشخیص کو بنیاد بنا کر سرجری کرنا چاہے تو جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ شک والا پہلو ختم ہو کر کسی جہت کا غالب گمان ہو جائے۔

(۴) مرض کا وہم ہو، اس صورت میں بھی طبیب اور مریض کیلئے مرض موہوم کا آپریشن سے علاج کرنے کی اجازت نہیں ہے، اسلئے کہ اس صورت میں غالب گمان بیماری کا نہ ہونا ہے، اور اعتبار غالب گمان کا ہوتا ہے۔ (ص: ۲۳۵،۲۳۶)

مسئلہ: سرجری کے جائز ہونے کیلئے اذن شرط ہے، یعنی مریض یا ولی، دونوں کا

ہونا ضروری ہے۔ اذن شرعی سے مراد اس سرجری کا محرمات میں سے نہ ہونا۔ (ص:۴۲۰)

مسئلہ: میڈیکل سرجری کیلئے اجازت دینے کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اذن مطلق: وہ یہ ہے کہ مریض ڈاکٹر سے کہے کہ آپ جو بھی مرض پائیں اس کا جس طرح علاج کر سکتے ہیں، میری جانب سے اس کی اجازت، کسی ایک مرض کی سرجری کے ساتھ مقید نہ کرے۔

(۲) اذن مقید: وہ یہ ہے کہ مریض ڈاکٹر کو کسی خاص مرض کے سرجری کی اجازت دے۔ اجازت کی دونوں قسمیں شرعاً معتبر ہیں۔ (ص:۴۲۲)

مسئلہ: مریض کی اجازت قبول کرنے کیلئے اس میں دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے: (۱) اہلیت (۲) بوقت اذن مریض کا قادر ہونا۔ (ص:۴۲۲)

مسئلہ: اگر مریض کے اندر یہ دو شرطیں پائی جائیں تو اس کے اولیاء کی اجازت قابل قبول نہیں ہوگی۔ (ص:۴۲۵)

مسئلہ: ولایت علی الغیر اس وقت معتبر ہے جبکہ وہ غیر اپنے مصالح کو پورا کرنے سے عاجز ہو۔ (ص:۴۲۶)

مسئلہ: مریض پر ولایت کا اعتبار اسی وقت ہوگا جبکہ مریض میں اہلیت اذن نہ ہو۔ (ص:۴۲۶)

مسئلہ: اذن میں اولیاء کی ترتیب وہی ہوگی جو عصبیت میں ہوتی ہیں۔ (ص:۴۲۸)

مسئلہ: اگر اولیاء میں ولی اقرب موجود ہو تو ولی ابعد کی اجازت کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (ص:۴۲۹)

مسئلہ: آذن (یعنی اجازت دینے والا) عاقل، بالغ ہو۔ (ص:۴۵۰)

مسئلہ: بچے، مجنون، اور نشے میں چور شخص کی اجازت قابل قبول نہیں ہوگی۔ (ص:۴۵۰)

اجازت قبول کرنے کی چھ شرطیں ہیں:

(۱) اجازت صاحب حق کی جانب سے ہو، اور وہ مریض یا اس کا ولی ہے۔

(۲) اجازت دینے والے میں اہلیت اذن متحقق ہو۔

(۳) اجازت دینے والا مختار ہو، اکراہاً اس سے اجازت نہ لی جائے۔

(۴) اس کی اجازت محل اجازت یعنی سرجری ہی میں ہو، اگر وہ دوا وغیرہ سے علاج کی اجازت دے تو یہ اجازت سرجری کیلئے کافی نہیں ہے۔

(۵) اجازت کے الفاظ میں سرجری پر دلالت صراحۃً ہو یا اس کی قائم مقام ہو۔

(۶) ماذون بہ یعنی جس سرجری کی اجازت دی جارہی ہے وہ شرعاً جائز ہو، محرمات میں سے نہ ہو، جیسے تغییر جنس کی سرجری۔ (ص ۲۵۳،۲۵۴)

مسئلہ : جب مریض میں اجازت کیلئے ذکر کردہ پوری شرائط پائی جاتی ہوں اور اس سے اجازت طلب کی جائے تو اجازت دینا مستحب ہے۔ (ص ۲۵۷)

مسئلہ : اگر مریض کی ہلاکت کا یا اس کے کسی عضو کے تلف ہونے کا خوف ہو، اور اس سے آپریشن کیلئے اجازت طلب کیا جائے، اور وہ اجازت نہ دے اور اسی مرض کی وجہ سے مر جائے تو وہ اپنے آپ کو قتل کرنے والا شمار نہیں ہوگا، اسلئے کہ سرجری سے صحت کا ملنا قطعی نہیں ہے، برخلاف مخمصہ کی حالت کے، کہ اس میں ترک طعام سے گنہگار ہوگا۔ (ص ۲۶۱)

مسئلہ : دو حالتوں میں ڈاکٹر کو مریض اور اس کے ولی کی اجازت کے بغیر سرجری کرنا جائز ہے: (۱) اگر بالفور سرجری نہ کیا جائے تو مریض کی موت یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو، (۲) مریض کا مرض، وبائی امراض میں سے ہو، کہ اس کے پورے سوسائٹی میں اس مرض کے پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ (ص ۲۶۲)

(Anesthesia) عمل تخدیر یعنی بے ہوش کرنے کے احکام

مسئلہ : بے ہوش کرنا اصلاً حرام ہے، اسلئے اس میں وقتی طور پر عقل زائل ہو جاتی ہے، جیسے کہ جنون، گانجا، حشیش، شراب سے ہوتی ہے، دونوں میں علت ایک ہی ہے تو حکم بھی

ایک ہی ہوگا۔ (ص:۲۸۰)

مسئلہ: چند حالتوں میں بے ہوش کرنا جائز ہے، اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) ضرورت، (۲) حاجت، (۳) ضرورت وحاجت سے کم۔

ضرورت: مریض کی ایسی حالت ہو کہ بے ہوش کیے بغیر سرجری کرنا محال ہو، جیسے ہارٹ کا آپریشن، یا اس جیسے خطرناک آپریشن کہ اگر مریض کو بے ہوش نہ کیا جائے تو دوران آپریشن یا آپریشن کے تھوڑی دیر بعد مریض کی موت کا خوف ہو تو ایسی صورت میں بے ہوش کرنا جائز ہے۔ (ص:۲۹۳)

حاجت: مریض کی ایسی حالت ہو کہ بے ہوش کیے بغیر سرجری کرنا محال نہ ہو، اور نہ ہی اس میں موت وہلاکت کا خطرہ ہو، لیکن مشقت شدیدہ کا سامنا کرنا پڑے تو اس حاجت کو بمنزلہ ضرورت قرار دے کر بے ہوش کرنا جائز ہے۔

ضرورت وحاجت سے ادنیٰ درجہ: مریض کی ایسی حالت ہو کہ مریض کو بے ہوش کیے بغیر سرجری کرنا ممکن ہو، اس میں مشقت تو ہو لیکن ایسی مشقت نہ ہو کہ اس پر صبر کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں بھی مریض پر آسانی کا معاملہ کرتے ہوئے بے ہوش کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (ص:۲۹۵)

جراحت عملی کے احکام

مسئلہ: بدن کے کسی عضو کو کاٹنا حرام ہے لیکن ضرورت وحاجت کے وقت اپنے آپ کو موت وہلاکت یا مشقت سے بچانے کیلئے جائز ہے۔ (ص:۲۹۶)

بواسیر کو کاٹنے کی تین حالتیں ہیں:

(۱) بواسیر کو کاٹنا حرام ہے، جب کہ اس کو کاٹنے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

(۲) اس کو کاٹنا مباح ہے، جب کہ اس کے چھوڑے رکھنے سے ہلاکت کا خوف ہو۔

(۳) اس کو کاٹنا مکروہ ہے، جب کہ کاٹنے کی صورت میں ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، اور نہ ہی رکھ چھوڑنے کی صورت میں ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ (ص:۳۰۲،۳۰۳)

زائد انگلیوں کو کاٹنے کی دو حالتیں ہیں:

مسئلہ: (۱) زائد انگلیوں کو رکھنے میں کوئی تکلیف نہ ہو تو اس وقت ان زائد انگلیوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے، اسلئے کہ یہ تغییر فی خلق اللہ ہے، اور تغییر فی خلق اللہ حرام ہے۔ (ص:۳۰۵)

مسئلہ: (۲) زائد انگلیوں کو رکھنے میں تکلیف ہو، اور اس تکلیف کو ختم کرنے کا کوئی دوسرا علاج نہ ہو، سوائے ان انگلیوں کو کاٹنے کے تو اس صورت میں ضرورۃً ان زائد انگلیوں کو کاٹنا جائز ہے۔ (ص:۳۰۶)

ضرورت سے زائد عضو کو کاٹنے کا حکم

مسئلہ: انسان کے عضو کو کاٹنا اصلاً ناجائز و حرام ہے، اور ضرورۃً جائز ہے تو اس پر واجب ہے کہ جتنی ضرورت ہو اسی پر اکتفا کرے، زیادہ کاٹنا حرام ہے۔ (ص:۳۱۱)

(ورم) سوجن کو جڑ سے ختم کرنے کا حکم

مسئلہ: ورم اور اورام ہیں، وہ گوشت یا رگوں میں گانٹھ کا پیدا ہونا، جس کا نمو غیر طبعی ہوتا ہے، یہ کسی آفت یا بیماری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایسے ورم جو لا علاج نہ ہوں (Good Swalling) کہلاتے ہیں، یہ وہ سوجن ہے جس کا نمو سست ہوتا ہے، اور اس کو باہر کا غلاف گھیرے ہوئے ہوتا ہے، یہ محدود ہوتی ہے، خون وغیرہ میں منتقل نہیں ہوتی ہے، اس سوجن میں سلامتی غالب ہوتی ہے، اسلئے اس کو جڑ سے نکالنا جائز نہیں ہے، ان کو ہلکے پھلکے ورم یعنی اورام خفیفہ (Soft Swalling) بھی کہا جاتا ہے۔ (ص:۳۱۲)

(۲) ایسے ورم جو لا علاج ہوتے ہیں، اورام خبیثہ: (No. Good Swalling) کہلاتے ہیں، یہ وہ سوجن ہوتی ہے کہ اس کا نمو تیزی سے ہوتا ہے، اور وہ جسم میں پھیل جاتی ہے، یہ دو قسموں پر مشتمل ہے:

(۱) کینسر (۲) سلعات (Tumar) (گوشت میں پیدا ہونے والا ایک خطرناک ورم ہے) کینسر: جس کو ورم سرطان بھی کہا جاتا ہے، اس سوجن میں شدید خطرہ اور عظیم ضرر ہوتا

ہے، کہ مریض کو موت کے گھاٹ اتار رہا ہے، یہ سوزش خواہ جسم کے کسی مخصوص حصے میں ہو یا پورے جسم میں پھیل جائے اس کو نکال دینا جائز ہے۔ (ص ۳۱۶)

مسئلہ : کسی بیماری کی وجہ سے جسم میں گوشت کا بڑھ جانا، اس زائد گوشت کو نکال دینا جسم پر موثر ہوتا ہے، اسلئے اس کو نکالنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر دوا وغیرہ سے علاج ممکن نہ ہو تو رد المقاصد کے قبیل سے اس کو نکال دینے کی اجازت ہے۔ (ص ۳۱۸)

بدن کو چیرنے کا حکم

مسئلہ : عمل جراحی کا ایک مرحلہ "شق" یعنی بدن کو چیرنا ہے، بدن کو چیرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس میں موت سے بچنا مقصود ہوتا ہے، جیسے حاملہ کے پیٹ کو زندہ یا مردہ بچے کو نکالنے کیلئے چیرنا، جبکہ سرجری نہ کرنے کی صورت میں ان دونوں میں سے کسی ایک یا دونوں پر ہلاکت کا خوف ہو، اور کبھی بدن کو چیرنا ساقط ہوتا ہے، جس میں ضرر لاحق یا ضرر متوقع کا ازالہ کیا جاتا ہے، شق کی یہ دونوں صورتیں شرعاً جائز ہیں۔

مسئلہ : انسان کے جسموں کی وہ حصے جو کسی آفت یا بیماری کی وجہ سے ہو جائے، اور علاج اس کو جوڑنا ضروری ہو تو شرعاً ان کو جوڑنا جائز ہے۔ (ص ۳۲۷)

مسئلہ : عورت کے پھٹے ہوئے پردہ بکارت کو جوڑنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ (ص ۳۳۲)

مسئلہ : سرجری کے بعد خون کے جریان کو بند کرنے کیلئے اگر اس عضو کو داغنے کی ضرورت ہو تو اس عضو کو داغنا جائز ہے، اور ہر ایسی حالت جس میں طبیب داغنے کی ضرورت محسوس کرے تو داغنے کی اجازت ہے۔ (ص ۳۳۵)

اعضاء کی پیوند کاری

عضو کو منتقل کرنے اور پیوند کاری میں منقول منہ یعنی جس سے اس کا عضو لیا جا رہا ہے، وہ یا تو انسان ہوگا یا حیوان ہوگا۔

مسئلہ : اگر انسان ہے اور کافر ہے تو اس کے عضو کا منتقل کرنا سعودی عرب کے بڑے علماء کے نزدیک جائز ہے، اور اس کے عضو سے مسلمان کے اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے۔

مسئلہ: اگر منقول منہ مسلمان ہے تو اس کے اعضاء کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ ہو، اجازت دے یا نہ دے، کسی بھی صورت میں مسلمان کے عضو کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر منقول منہ حیوان (جانور) ہو، اور پاک ہو، جیسے وہ جانور جس کو شرعی طریقے پر ذبح کیا گیا ہو تو اس کے اعضاء کو انسانوں کی طرف منتقل کرنا شرعاً جائز ہے۔

مسئلہ: اور اگر جانور پاک نہ ہو تو اس کے اجزاء سے انتفاع اور ان کو جسم انسانی منتقل کرنا جائز نہیں ہے مگر بوقت ضرورت، جبکہ کوئی دوسرا پاک عضو نہ پایا جائے جائز ہے۔

الثقب (چھید کرنا، سوراخ کرنا)

مسئلہ: الثقب: چھید کرنا، سرجری کے مرحلوں میں سے ایک مرحلہ ہے، اصلاً ممنوع ہے، اسلئے کہ اس میں جسم کے ایک جزء کو تلف کرنا لازم آتا ہے، لیکن بوقت ضرورت فقہاء نے چھید کرنے کی اجازت دی ہے، جیسے کہ اگر بچے کی مقعد کا راستہ خلقی (پیدائشی) طور پر بند ہو، تو اس کو کھولنا، اور اگر پیشاب کا راستہ بند ہو تو اس کو کھولنا۔

مسئلہ: عملیہ تجمیل الاذن **(Ear beautifying Surgery)**:
عورتوں کی زیب وزینت کیلئے ان کے کانوں میں سوراخ کرنا تا کہ وہ بالیاں لٹکائیں جائز ہے۔ (ص ۳۰۷)

مسئلہ: سرجری کے درمیان کاٹے ہوئے عضو کو اس کی جگہ پر لوٹانا جائز ہے، اسلئے کہ انسان کا مردار عضو بھی پاک ہے۔

مسئلہ: حد اور قصاص میں کاٹے ہوئے عضو کو اس کی جگہ پر لوٹانا جائز نہیں ہے، اگر چہ صاحب حق اس کی اجازت دے دے، صحیح تر قول کے مطابق، کیوں کہ اگر اس کی اجازت دی جائے تو مقصد حد فوت ہو جائے گا۔

مسئلہ: مصنوعی اعضاء کے ذریعے سے اعضاء کی پیوندکاری کرنا بوقت ضرورت وحاجت جائز ہے۔

انوار انوری

احوال و مقامات خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

قسط نمبر: 33

شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد انوری

ولقد آتینا موسی الکتاب ۔الآیۃ۔ یعنی ہم نے سب سے بڑی نعمت کتاب دی۔ بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لئے سب سے بڑا عہد یہ تھا کہ پیغمبر کی اطاعت کرنا اور ان کی توقیر کرنا ہم بار بار حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے بعد لگاتار رسول بھیجے۔ حضرت یوشع، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت شمعون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت شعیا، حضرت ارمیا، حضرت یحییٰ، حضرت حزقیل، حضرت عزیر، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور بڑے اولوالعزم پیغمبر تھے۔ سب کے سب موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔ انہی کی شریعت کے متبع تھے۔ وآتینا عیسیٰ ابن مریم ۔الآیۃ۔ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو معجزات ظاہر و باہر دیئے کہ مادرزاد اندھے کو اچھا کرتے تھے۔ اور کوڑھی کو چنگا کرتے تھے۔ مردے کو زندہ کرنا عطا فرمایا۔ یہ سب کچھ بحکم خداوندی ہوتا تھا۔ جو کچھ شام کو کھا کر آتے تھے جو گھروں میں چھپاتے تھے سب معجزانہ طور پر آپ بتا دیتے تھے۔ آپ کو بلا اسباب ظاہرہ بلا سازو سامان کے معجزانہ طور پر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ کی سائنس اور طب مقابلہ نہ کر سکی۔ اب بھی سائنس یہاں تک ترقی کر سکی ہے۔ لیکن سائنس والے بھی اس کے امکان کے قائل ہو گئے۔

وقد قيل ان المعجزات تقدم بها ونفى فيه الخليقة في الدنيا

آپ کا نام ہی روح رکھا۔ روح کی تیز رفتار (سریع رفتار) کا کس نے اندازہ لگایا ہے۔ روح نام ہے یا تو جبرائیل علیہ السلام کا کہ ہر وقت ساتھ رہتے تھے یا اسم اعظم کے ذریعے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ اس اسم مبارک ہی کی تاثیر ہو کہ آسمان کو بلا کر تشریف لے گئے فرمایا گیا ہے۔ ورود ج ـــــــ شہادۃ القرآن، عقیدۃ الاسلام، اور تحیۃ الاسلام، سیف چشتیائی۔ بڑی عمدہ کتابیں اس میں تصنیف ہوئی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

یشوع اصل ہے عیسیٰ کی۔ اس کے معنی ہیں مبارک۔ اور مریم بھی عبرانی لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں خادمہ یا عابدہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سینے میں روح القدس پھونک مارتا ہے ان نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها ۔ کوئی جان اس وقت تک نہیں مرتا جب تک پورا رزق نہ لے

کرتا۔ اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی روح القدس تائید کرتے تھے۔

فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ۔ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کئی بار حملہ کا ارادہ کیا، زہر دیا، چکی کا پاٹ اوپر سے پھینک دیا، اس زہر کا اثر مرض وفات میں ظاہر ہوا، چنانچہ سر الشہادتین میں تفصیل سے مذکور ہے۔ یہودی ایسے متعصب ہیں کہ اچھی بات سنتے ہی نہیں، مطلب حق کے قائل ہیں کہ دین حق کو قوت سے پکڑے اور کسی کے قریب میں نہ جائے، اور دوسرا تو بھی نہ کرے، یہ بات تمام دینوں میں مطلوب ہے۔

فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب نے فرمایا کہ ہمارے ساتھیوں میں سے کسی صاحب نے انگریزی بھی پڑھی ہے؟ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے کشمیر میں چھ ماہ انگریزی پڑھی تھی، میرے استاد نے کہا تھا کہ تو نے چھ مہینے میں اتنی انگریزی پڑھ لی جتنی کوئی دوسرا کئی سال میں پڑھے۔ ایک گریجویٹ کے برابر حضرت نے انگریزی پڑھی تھی، آج کل کے بی اے، ایم اے سے زیادہ انگریزی کے واقف تھے، مگر اس کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ڈابھیل ضلع سورت سے ریاں پور ہو کر جہاں حضرت علی تقی کا جو صاحب کر اعمال وغیرہ میں تشریف لے گئے، وہاں حضرت کا سن کر بہت سی مستورات آگئیں تو حضرت نے تمام سے فرمایا کہ صحن کا دروازہ بند کرو۔ کس عورت کو آنے نہ دو۔ اور خود سب وعظ سنتے رہے۔

احقر محمد انوری عرض کرتا ہے کہ 1951ء میں جب والد صاحب کا انتقال ٹنڈو اللہ یار سندھ میں ہوا تو میں وہاں گیا، جس مکان میں ٹھہرا تھا اس مکان کے قریب مسجد تھی، وہاں حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری تشریف لائے۔ غالباً حضرت مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی بھی تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں، مولانا محمد یوسف صاحب نے بتایا کہ مولانا ابو الوفا افغانی فرماتے تھے کہ جب حضرت شاہ صاحب حیدرآباد دکن تشریف لائے تو میں نے بھی گزارش کی کہ میری دعوت قبول فرمائیں۔ حضرت نے قبول فرمایا، دوسرے دن ایک مجمع کے ساتھ میرے مکان پر تشریف لائے ہم نے کھانا دس بارہ آدمیوں کا پکایا تھا، وہاں کھانے پر جمع ہو گئے اس سے بھی زیادہ تھے۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اللہ توکل آپ کھانا لے آؤ، اللہ تعالیٰ برکت فرمائیں گے، واقعی یہ حضرت شاہ صاحب کی کرامت تھی کہ کھانا ان سے زیادہ تھا، کھانے کے بعد بھی کھانا بچ رہا، خود حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حیدرآباد دکن میں میری بہت تقریریں ہوئیں۔ اور بہت

سے مرزائی تائب ہوئے اور بہت سے لوگوں کے شبہات دور ہوئے۔

ایک دفعہ بہاولپور سے واپسی پر میرے عرض کرنے پر بہت طویل تقریر وحی کے اقسام پر فرمائی تھی۔ جس کو ہم نے دارالعلوم میں شائع بھی کیا تھا۔

لاہور معراج کے مسائل کے جلسے میں بیان فرماتے وقت یہ بھی فرمایا کہ بعض روایات کے الفاظ سے ظاہر بین حضرات شبہات میں پڑ جاتے ہیں کہ العیاذ باللہ۔ بخاری شریف میں آتا ہے۔
اتی بالمنذر بن ابی اسید الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین ولد فوضعہ علی فخذہ وابو اسید جالس فلھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بشیء بین یدیہ فامر ابو اسید بابنہ فاحتمل من فخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاستفاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال این الصبی۔ تو اس روایت میں استفاق کا یہ مطلب نہیں کہ غشی سے ہوش میں آگئے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حالت کی طرف متوجہ فرمایا۔ فاستفاق ای فرغ من اشتغالہ

فصل الخطاب طبع ہونے کے بعد ۱۳۳۶ھ میں دیوبند کی ساری جماعت کو بلایا اور سب کو ایک ایک نسخہ اپنے دست مبارک سے عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کاتب کے کچھ اغلاط رہ گئے ہیں۔ جن کی تصحیح نہیں ہوسکی۔

حضرت شاہ صاحب کے درس میں بیٹھنے کے بعد طبیعت کہیں نہیں لگتی تھی خواہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو۔ کچھ ایسی برکات و انوارات مجلس کی ہوتی تھیں کہ وقت محسوس نہیں ہوتا تھا۔ جس بات کا حوالہ دیتے کتاب کھول کر مسامحۃ پڑھ کر فوراً انگلی اسی جگہ پر رکھ دیتے تھے جہاں سے عبارت پڑھنا مقصود ہوتا تھا۔

کبھی کبھار ایسا ہوتا تھا کہ ایک دو ورق الٹ پلٹ کرنے پڑتے تھے۔ ورنہ وہی صفحہ کھلتا تھا۔ حوالہ پڑھ کر سناتے تھے کسی کتاب کا حوالہ محض وہم سے کر دیں یا غلط عبارت پڑھ کر سناتے تھے لکھنے والے سبق دیکھ کر لکھ لیتے تھے۔ یہ جو حوالہ نکالنے میں تکلف ہوتا ہے۔ تقطیع چھوٹا بڑا ہونے کے باعث سے یا مطابع کے اختلاف سے ہوتا ہے۔ ورنہ حضرت شاہ صاحب کے ہاں کتاب دیکھ کر حوالہ پڑھ کر آگے چلتے تھے۔ بعض دفعہ جس کتاب میں سے حضرت پڑھتے تھے مصر یا لیڈن کی مطبوعہ ہوتی تھی۔ ہندوستان کی مطبوعات کے صفحات میں فرق ہوتا ہے۔ طلباء گھبرا جاتے ہیں کہ حوالہ نہیں ملا۔ محنت کرنے سے کیا نہیں انسان کو ملتا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم اپنے مکتوبات شریفہ میں فرماتے ہیں: من یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام .... ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقاً حرجاً کانما یصعد فی السماء، صراط مستقیم کے تذکرہ میں اس آیت مبارکہ کو پیش فرماتے تھے۔ یعنی ہم نے جو شرح صدر دینی مسائل میں حضرت شاہ صاحب کو دیکھا کسی کو نہیں پایا۔ ہر مسئلہ میں بڑے ہی زور کے ساتھ اور شرح صدر کے ساتھ چلتے تھے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

ایک دفعہ مالیر کوٹلہ میں تشریف لائے۔ مولانا عبد الحق صاحب جو مالیر کوٹلہ میں رہتے تھے وہ خود جا کر حضرت شاہ صاحب کو لائے۔ بندہ بھی دہلی سے مالیر کوٹلہ میں حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو مجھے تنہائی میں ایک بات کہی کہ یہ بات مولانا محمد رمضان صاحب مرحوم سے دریافت کیا کر کے رسالہ میں نے اس پر عمل کیا۔ بہت سی رمز کی باتیں اکثر کانوں میں فرماتے تھے۔

مالیر کوٹلہ کے اسی سفر کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے بعد عشاء ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ بہت مجمع علماء کا تھا۔ اس میں مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا بدر عالم صاحب اور بہت سے علماء موجود تھے۔ فرمایا کہ یہ جو آپ حضرات نے نقل ہی نقل کی روش کر رکھی ہے اس کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اتنا جاننا چاہیے کہ جس سے آدمی کتاب پڑھ سکے۔ باقی تو اسراف ہے (ملفوظ یہی الفاظ تھے)

ایک دفعہ میں بہاولپوری میں میرے دریافت کرنے پر کہا کہ لاہور میں ۱۹۳۰ء میں دسمبر کے مہینے میں اشراقیہ کا جلسہ ہوا، پنجاب یونیورسٹی کے ماتحت اس کی صدارت ڈاکٹر اقبال مرحوم کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطبے میں پڑھا کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب نے مجھے علامہ عراقی کا ایک فارسی رسالہ دیا۔ جس میں یہ تحقیق کیا تھا کہ علامہ عراقی نے زمان اور مکان کی تحقیق فرمائی ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون عراقی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب یہی ہو سکتے مشہور ہیں۔ ان کی کتاب کا نام ہے غایت الامکان فی تحقیق الزمان والمکان۔ یہ علامہ عراقی بڑے محقق گزرے ہیں۔ پھر وہ رسالہ ایک مدت کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب سے واپس طلب کیا تو ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ وہ مجھ سے کھویا گیا۔ پھر ہم نے مطالبہ نہیں کیا کہ ایک مسلمان کے بیان کو جھوٹا نہیں سمجھا جاتا ہے۔

فائدہ۔ نیوٹن نے بھی اس امر کا ایک رسالہ لکھا ہے جو یورپ میں مشہور تھا کہ نیوٹن ہی اس امر کی تحقیق کرنے والا ہے۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے جب مضامین یورپ کے اخبارات میں دیئے تو شور ہو گیا کہ نیوٹن نے تو علامہ عراقی سے لے کر یہ تحقیق لکھی ہے۔ اس کی اپنی تحقیق نہیں ہے بلکہ علامہ عراقی اس سے چھ سو سال پہلے تحقیق کر چکے ہیں۔

مسلمانو! ہوشیار رہو، اپنا ایمان بچاؤ

کچھ عرصہ سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں کچھ نا سمجھ افراد یورپی ممالک میں جا کر سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو قادیانی ظاہر کر کے وہاں کے محکموں میں بیان حلفی داخل کراتے ہیں۔ اس کے پیچھے قادیانی لابی متحرک ہے۔ اس بارے میں کئی واقف لوگوں نے سوالات بھیجے ہیں

(۱)۔ کیا ایسا شخص مسلمان رہ جاتا ہے؟

(۲)۔ کیا ایسے شخص کے ساتھ کسی مسلمان لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟

(۳) اگر ایسا شخص پہلے سے شادی شدہ ہے تو کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں رہی یا نہیں، وہ اب کیا کرے؟

(۴)۔ کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہو سکتی ہے، اگر ہو سکتی ہے تو اس کی کیا شکل ہے؟

جواب

(۱)۔ امت مسلمہ اور پاکستان اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے مطابق قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ان پر وہی احکام لاگو ہوتے ہیں جو کہ دوسرے تمام غیر مسلم لوگوں پر ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جناب محمد ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے آپ کو غیر کے سامنے قادیانی ظاہر کرتا ہے تو ایک طرح سے علی الاعلان وہ عقیدہ ختم نبوت کا منکر ہے۔ وہ شخص نہ صرف دائرہ اسلام سے خارج ہے بلکہ مرتد بھی ہے۔

(۲)۔ کسی بھی غیر مسلم اور لضصوصاً مرتد کے ساتھ مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں۔

(۳) اگر کوئی شخص شادی کے بعد قادیانی ہو گیا تو اس کی بیوی کا نکاح بروئے شریعت باقی نہیں رہا۔ وہ عورت اس مرتد سے طلاق لیے بغیر عدت پوری کر کے دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

(۴) ایسے شخص کی توبہ عام طریقہ سے قبول نہیں۔ اس کی توبہ صرف اس شکل میں قبول ہو سکتی ہے کہ وہ اسی محکمہ میں جائے جس میں اس نے پہلے اپنے آپ کو قادیانی بنا کر پیش کیا تھا۔ یہ کہے کہ میں نے آپ کے محکمے سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ میں قادیانی ہوں۔ اب میں وضاحت کرتا ہوں کہ میں قادیانی نہیں ہوں۔ اس کے بعد وہ توبہ کرے۔ اس کے بغیر توبہ قبول نہیں۔ کیونکہ قادیانی ہر سال اسی قسم کے شخصوں سے لوگوں کے قادیانی ہونے کی تصدیق کروا کر دنیا کو دھوکہ دینے کے لیے اپنی رپورٹ شائع کرتے ہیں کہ دیکھو اس سال اتنے لوگ قادیانی ہو گئے ہیں۔

منجانب۔ این ایس حبیب الرحمٰن لدھیانوی، فیصل آباد
مولانا حاجی اکرم سجاد، نیویارک (امریکہ)

MONTHLY MAGAZINE **Millia** FAISALABAD PAKISTAN
JAMIA MILLIA ISLAMIA
RegM # FD-16

MOHALLAH KHALSA COLLEGE FAISALABAD Ph:041-8711569
E-mail: milliafsd@hotmail.com Fax # 041-8724335

www.milliafsd.com

کے شمارے ایک نظر میں



الحمدللہ ماہنامہ ملیہ اپنی چھٹی جلد کا آغاز کر رہا ہے۔

ملیہ اب انٹرنیٹ پر

www.milliafsd.com